رافضیوں اور غیر مقلدوں کی کمر توڑ دینے والا

سہ ماہی مجلّہ

دعوتِ اہلسنّت

اہل حق اہلسنت کا ترجمان



- درسِ قرآن
- شرح حدیث جبرئیل (قسط سوم)
- نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہے (قسط دوم)
- تحریفِ قرآن (چوتھی اور آخری قسط)
- حضرت امام زہری کی روایات اور ان کا جائزہ (قسط سوم)
- غیر مقلدین کی گمراہ کن صوفیت (قسط دوم)
- صراطِ علی اور محبتِ علی کے دعویدار
- ضربِ فاروقی بر علی زئی نجدی
- آلِ نجد اور تنقیصِ صحابہ
- حدیثِ نجد سے شیخ نجدی کا تعاقب (قسط دوم)

پاسبانِ اہلسنت وجماعت

یارسول اللہ ﷺ

یا اللہ جل جلالہ

اہلِ حق اہلسنّت کا ترجمان

سہ ماہی مجلّہ

دعوتِ اہلسنّت

شمارہ نمبر 04

جولائی، اگست، ستمبر 2013ء

بفیضانِ نظر

فرید الدہر، وحید العصر، حجتہ الخلف، تاج المحققین، سراج المدققین، شیخ الاسلام و المسلمین، خاتمۃ الفقہا والمحدثین، سلطان العلماء المتبحرین، برہان الفضلاء المصدرین، بحر العلوم، کاشف السر المکتوم، زین العرب والعجم، مفیض الکمالات الربانیہ علی العالم اعلیٰ حضرت امام اہلسنت، مجدد دین وملت مفتی امام الشاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مدیر
مولانا ابو معاویہ
رضوی حشمتی

نائب مدیر
محقق اہلسنت قاطع وہابیت علامہ
قاری ارشد مسعود
چشتی حفظہ اللہ

منتظم اعلیٰ
مناظر اہلسنت علامہ مولانا
محمد علی حنفی
حفظہ اللہ

دعوتِ اہلسنّت کی معلومات کے لئے رابطہ نمبر: 0324-2311741

قیمت فی شمارہ 30 روپے

پاسبانِ اہلِ سنت و جماعت (پاکستان)

فہرست

درسِ قرآن

ابوالظفر سعید احمد اسحٰق نقشبندی فریدی

وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ۝

ترجمہ: اور وہ بولے ہمارے دل پردوں میں ہیں بلکہ اللہ نے ان پر لعنت کی ان کے کفر کے سبب، پس ان میں سے تھوڑے ایمان لاتے ہیں

اس سے قبل حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو توریت شریف عطا فرمائے جانے اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے بے شمار انبیاء کرام علیہم السلام کی تشریف آوری کا ذکر ہوا اور جناب عیسیٰ کلمۃ اللہ علیہ السلام کی کھلی نشانیاں یعنی معجزات کا ذکر ہوا اور امداد روح القدس کا بیان ہوا، نیز بنی اسرائیل کی سنگدلی کا تذکرہ ہوا کہ یہ اپنی مرضی کے خلاف کوئی بھی حکم ربانی انبیاء کرام علیہم السلام سے سننے کے لئے تیار نہ تھے اسی پر بس نہیں بلکہ جھٹلاتے تھے اور گروہِ انبیاء کو ناحق شہید بھی کردیتے اس بنا پر یہ لوگ ایمان سے کوسوں دور ہوگئے۔

دنیا کی محبت نے انہیں عیش پرست بنادیا تھا اور ایمان و اسلام انہیں آلائش دنیا سے ہٹا کر رب تعالیٰ کی محبت کا خوگر بنانا چاہتے تھے۔

سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب انہیں دعوت اسلام دی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وعظ و نصیحت کی تو یہ ازراہِ تفنن کہتے ہمارے دل تو پردوں میں ہیں یعنی ہم پورے طور پر ہدایت یافتہ ہیں ہمارے دل نور ہدایت سے پُر ہیں اور ہر طرف سے محفوظ ہیں اب مزید کسی شئے کی ضرورت نہیں ہے۔

جس طرح پردے میں موجود شئے گرد و غبار سے محفوظ رہتی ہے اسی طرح ہمارے دل بھی تمہاری باتوں سے جو گرد و غبار کی طرح ہی ہیں محفوظ ہیں سابقہ انبیاء کرام علیہم السلام بھی تمہاری طرح نصیحت کرتے رہے لیکن لاحاصل ہم راسخ العقیدہ دیندار ہیں اس لئے مزید کسی ہدایت کی ضرورت نہیں۔

رب کریم نے ان کے اس دعویٰ کی قلعی کھول دی کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی کچھ بات درست ہے کچھ غلط، درست بات تو یہ ہے کہ ان کے دل پردوں میں ہیں لیکن ان کا دعویٰ کہ وہ پردے نور ہدایت کے پردے ہیں، غلط ہے، ان کی بھول ہے وہ پردے لعنت کے پردے ہیں، رحمت سے دوری کے پردے ہیں، ظلمتِ کفر کے پردے ہیں۔ کیونکہ دلِ صاف مومن کا دل ہوتا ہے پردوں میں بند دل کافر کا دل ہے اُلٹا دل منافق کا ہوتا ہے جبکہ گولگو والا دل ایسے شخص کا دل ہے جس میں ایمان اور نفاق دونوں جمع ہوں یہ دوسری قسم کے دل والے لوگ ہیں رب کریم نے قرآن مجید میں ان کے متعلق دلوں پر پردے، گردنوں میں طوق اور دلوں پر مہر لگانے نیز ان کے سامنے دیوار قائم کرنیکا ذکر فرمایا ہے گویا گستاخان نبوت پر ہدایت کے دروازے بند کردئے جاتے ہیں

ان کا ایمان نہ ہونے کے برابر ہے گویا ایمان ہے ہی نہیں ورنہ کل آنے والی گھڑی یعنی روزحشر کا خوف ہی انہیں ہدایت کی راہ چلاتا۔

انبیاء ومرسلین علیہم السلام، اولیاء کرام رحمہم اللہ تو راہ بھولے لوگوں کو راہِ راست کی ہدایت فرماتے ہیں، البتہ راہ اسی کو نصیب ہوتی ہے جو دل سے اکتساب فیض کے لئے تیار ہو، اگر خودسری راہ میں حائل ہوجائے تو منزل میسر نہیں آتی مقربین اللہ کے حضور عقیدت پہلی شرط ہے عقیدت سے عقائد درست ہوتے ہیں اور عقائد کی درستی سے عرفان کی دولت حاصل ہوتی ہے۔ سو میرے عزیزو! خوب جان لو کہ سیدھی راہ پر شیطان جگہ جگہ گاتھ لگا کر بیٹھا ہے۔ ہر راہی کو بہکانے، پھسلانے کی ہر چند کوشش کرتا ہے مگر جو لوگ راستے کے نشیب وفراز اور منزل کا ادراک رکھنے والے افراد کا ساتھ اختیار کرکے سفر کرتے ہیں بخیر وعافیت منزل مراد پر پہنچ جاتے ہیں۔

راہبر کا وجود کامیاب سفر کے لئے ازبس ضروری ہے بنی اسرائیل کا انجام ہمارے سامنے ہے اللہ قادر کریم ہمیں اس سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

(ماہنامہ انوار الفرید، اپریل 1985)

شرح حدیث جبرائیل

قسط سوم شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ

۷۔ مالمسؤل عنہا باعلم من السائل۔ قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

یہاں نفی اسم تفضیل پر داخل ہوئی۔ جو صرف معنی تفضیل کی نفی کرتی ہے۔ بالکلیہ مشتق منہ کی نفی نہیں کرتی جس کا مفاد یہ ہوا کہ قیامت کے بارے میں، میں تم سے زیادہ نہیں جانتا۔ جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ قیامت کے بارے میں جتنا تم جانتے ہو اُتنا میں بھی جانتا ہوں اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قیامت کا علم نہ تجھے ہے نہ مجھے بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے علم میں ہم اور تم برابر ہیں۔ اس قدر پر علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ بدرالدین عینی دونوں شارحین کا اتفاق ہے کہ یہ۔۔۔ تساوی فی العلم پر دلالت کرتا ہے عینی میں ہے۔

مشعرۃ بوقوع الاشتراک فی العلم والنفی توجہ الی الزیادۃ فیلزم ان یکون معناہ انہما متساویان فی العلم بہ (ج ۱ ص ۲۹۳)

یہ علم میں اشتراک کو بتا رہا ہے اور نفی زیادت کی طرف متوجہ ہے اس لئے لازم ہے کہ اس کے معنی یہی ہیں کہ دونوں اس کو جاننے میں برابر ہیں کہ قیامت کب آئے گی۔

اس سے صاف ظاہر ہو گیا۔ قیامت کب آئے گی یہ جبرئیل بھی جانتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی جانتے تھے اس پر قرینہ قویہ ہی نہیں بلکہ بڑی مضبوط دلیل ابو فروہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں۔

فنکس فلم یجبہ ثم اعاد فلم یجبہ ثلاثا ثم رفع راسہ وقال مالمسئول عنہا الحدیث

(فتح، ج ۱ ص ۱۱۲، عینی، ج ۲، ص ۱۸۴)

اس سوال پر حضور نے سر جھکا لیا کوئی جواب نہیں دیا۔ تین بار یہی ہوا۔ تو سر اقدس اٹھایا۔ اور فرمایا مسئول عنہا سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کا علم نہ تھا۔ اور اس جملے کا یہی مطلب ہے کہ تمہاری طرح میں بھی نہیں جانتا تو دیگر سوالات کے جوابوں کی طرح بلا توقف کیوں نہیں فرمادیا۔ اتنے غور کی کیا حاجت تھی کہ انھیں تین بار سوال دہرانا پڑا۔ بات بالکل صاف ہے کہ اگر نہ جانتے ہوتے تو بلا توقف فرمادیا ہوتا لیکن بات یہ نہیں، جانتے تھے مگر بتانے کی اجازت نہ تھی۔ تو اگر فرماتے کہ میں نہیں بتاؤں گا تو جو اس سوال سے مقصود تھا وہ حاصل نہ ہوتا۔ اور اگر فرماتے کہ میں نہیں جانتا تو جھوٹ ہوتا۔ اس لئے غور فرما کر ایسا جواب دیا کہ نکتہ شناس سمجھ جائیں اور راز راز رہے۔ اس سوال کی وجہ علامہ قرطبی نے یہ بتائی ہے کہ

المقصود من هذالسوال كف السامعين عن السوال عن وقت الساعة لا نهم كانوا اقد اكثروا السوال عنها فلما حصل الجواب بماذكر حصل الياس من معرفتها

(عینی، ج ا ص ۲۹۱)

اس سے مقصود سامعین کو قیامت کے وقت کے بارے میں سوال سے روکنا تھا۔ کیونکہ اکثر لوگ اس کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے۔ جب یہ جواب مل گیا۔ تو سامعین کو اس کے جاننے سے مایوسی ہوگئی۔

اور اگر بالفرض یہی مراد لیا جائے کہ نہ جاننے میں مساوات مراد ہے۔ تو اس حدیث کا حاصل یہ ہوا کہ اس وقت نہیں جانتے تھے۔ یہ اہل سنت کے عقیدے کے معارض نہیں۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ جمیع ماکان ومایکون حتی کہ غیوب خمسہ کا بھی علم آپ کو عطا فرمایا گیا۔ اس لئے تکمیل قرآن سے پہلے اگر کچھ غیوب آپ پر مخفی رہے تو یہ اس عقیدے کے معارض نہیں۔ اس پر کوئی دلیل نہیں کہ یہ حدیث تکمیل قرآن کے بعد کی ہے۔

اس کی توضیح یہ ہے کہ علم غیب کے سلسلے میں دو مرتبے ہیں۔ ایک یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے تھے یعنی قدر معتد بہ، یہ ابتداء ہی سے ہے اس لئے کہ نبی کے معنی ہیں، غیب کی خبر دینے والے کے۔ المنجد میں ہے۔ النبوة: الاخبار عن الغیب اوا لمستقبل بالهام الله، النبی۔ المخبر عن الغیب

او المستقبل بالھام اللہ (ص ۷۸۴)

اس کے ترجمے مصباح اللغات میں ہے جو ایک فاضل دیوبندی کا ہے اللہ کے الہام سے غیب کی خبریں بتانے والا آئندہ کی پیشین گوئی کرنے والا۔ علاوہ ازیں نبی کے خواص لازمہ میں غیب دانی ہے۔ علامہ عبدالباقی زرقانی علی المواہب میں لکھتے ہیں۔

قال الغزالی النبوۃ عبارۃ عمایختص بہ النبی ویفارق بہ غیرہ وھو یختص بانواع من الخواص احدھا: انہ یعرف حقائق الامور المتعلقۃ باللہ وصفاتہ وملائکتہ والدار الآخرۃ علما مخالفا لعلم غیرہ بکثرت المعلومات وزیادۃ الکشف والتحقیق ثانیھا: ان لہ فی نفسہ صفۃ بھا تتم الافعال الخارقۃ للعادۃ کما ان لنا صفۃ تتم بھا الحرکات المقرونۃ بارادتنا وھی القدرۃ ثالثھا: ان لہ صفۃ بھا یبصر الملائکۃ ویشاھدھم کماان للبصیر صفۃ بھا یفارق الاعمیٰ رابعھا: ان لہ صفۃ بھا یدرک ماسیکون فی الغیب۔ (ج ا ص ۱۹، ۲۰)

نبوت وہ وصف ہے جو نبی کے ساتھ خاص ہے جس کی وجہ سے غیر سے ممتاز ہوتا ہے نبی چند قسم کے خواص کے ساتھ مختص ہوتا ہے۔ اول: یہ کہ نبی اللہ عزوجل اور اس کی صفات اور فرشتوں اور دار آخرت سے متعلق امور کی حقیقت جانتا ہے کثرت معلومات کشف وتحقیق کی زیادتی کی وجہ سے نبی کا یہ علم دوسروں کے علم سے ممتاز ہوتا ہے۔ ثانی: نبی میں ایک صفت (قوت) ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ معجزات دکھاتا ہے جیسے ہمیں یہ قوت ہے کہ ہم اپنے ارادے سے جو چاہتے ہیں کرتے ہیں یہی قدرت ہے۔ ثالث: نبی میں ایک قوت ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے جیسے بینا کے اندر ایک قوت ہے جس کی وجہ سے وہ اندھے سے علیحدہ ہے۔ رابع: اسے ایک ایسی قوت حاصل ہوتی جس سے یہ جان لیا کرتا ہے کہ غیب میں کیا ہوگا۔ اسی لئے نبی اس وقت تک نبی نہ ہوگا۔ جب تک غیب دان نہ ہو۔ اسے غیب دانی پر قدرت نہ ہو۔

اس مرتبے میں جمیع علم ماکان ومایکون کا علم داخل نہیں قدر معتدبہ لازم ہے جیسے ہر مسلمان کو دینی باتوں کا علم ہے مگر ہر مسلمان عالم نہیں کہلاتا عالم وہ ہے جو دین کے معتدبہ علم سے مشرف ہو اس درجے میں دس

بیس بلکہ سو، دوسوں باتوں کا نہ جاننا عالم ہونے کے منافی نہیں۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے بھی بعض سوالوں کے جواب میں فرمایا: لا ادری میں نہیں جانتا۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کتنے سوالوں کے جواب میں فرمایا لا ادری اسی طرح جب نبی علم غیب قدر معتد بہ جانتا ہے بلکہ اسے یہ قوت حاصل ہے کہ غیب جان لیا کرے تو دس دس بیس یا بالفرض سو، دوسو غیب کی باتوں پر اگر اطلاع اس درجے میں نہ ہوئی تو یہ نبی کے غیب دان ہونے کے منافی نہیں جیسے سیدنا امام اعظم اور امام مالک کا چند مسائل کا نہ جاننا ان کے امام اعظم اور امام مجتہد ہونے کے منافی نہیں۔

دوسرا مرتبہ یہ ہے جمیع ما کان وما یکون اور علوم خمسہ بشمول علم قیامت جاننے کا۔ یہ مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نزول قرآن کی تکمیل کے ساتھ حاصل ہوا۔ تکمیل قرآن کے بعد کوئی ایسا واقعہ نہیں جو اس دعوی کے منافی ہو۔

جب حدیث جبرئیل کے بارے میں اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ یہ نزول قرآن کی تمامیت کے بعد کی ہے تو یہ حدیث اہل سنت کے عقیدے کے مزاحم نہیں۔

رہ گیا اس کا ثبوت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قیام قیامت کا علم تھا اس کے لئے الدولۃ المکیۃ، الفیوض الملکیۃ، الکلمۃ العلیا کا مطالعہ کریں سردست صرف علامہ ابراہیم بیجوری قدس سرہ کے شرح قصیدہ بردہ کی ایک عبارت پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں

ولم یخرج صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من الدنیا الا بعدان اعلمہ اللہ تعالیٰ بھذہ الامور الخمسۃ (ص ۷۴)

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے مگر اس کے بعد کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان پانچوں باتوں کا علم عطا فرما دیا۔

(جاری ہے)

نماز میں ہاتھ باندھنا سنت ہے

قسط: دوم مناظر اہلسنت قاری محمد ارشد مسعود چشتی رضوی

حدیث (2)

قال أبو معاوية، ويحيى بن أبي زائدة وحفص بن غياث عن عبد الرحمن بن اسحاق عن زياد بن زيد السوائي عن أبي جحيفة عن علي أنه كان يقول: ان من سنة الصلاة، وضع اليمين على الشمال تحت السرة

بسند مذکور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے تھے کہ نماز کی سنت میں سے ہے کہ دایاں (ہاتھ) بائیں پر ناف کے نیچے رکھے۔

(مسند أحمد ۱۱۰/۱، وسنن ابو داود (۷۵۶)، ومصنف ابن أبي شيبة ۱/ ۳۴۳، و سنن دار قطني ۱/۳۸۸، لفظ له، وسنن الكبرى بيهقى ۲/۳۱)

اس حدیث مبارکہ پر غیر مقلدین کی طرف سے یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس کی سند میں "عبد الرحمن بن اسحاق" ضعیف ہے، جیسا کہ امن پوری نے بھی اسی کا ضعف ثابت کرنے پر زور صرف کیا ہے۔

اولا: الزامی جواب: یہ روایت مسند امام احمد بن حنبل میں بھی ہے اور مسند امام احمد بن حنبل کے بارے میں انہیں کے محدث و امام شوکانی نے لکھا ہے:

"قال السيوطي في خطبة كتابه الجامع الكبير ما لفظه: و كل ما كان في مسند أحمد فهو مقبول، فان الضعيف الذي فيه يقرب من الحسن" (نيل الأوطار ۱/۲۰ كشف الخفاء ۱/۹)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "جامع الکبیر" کے خطبہ میں فرمایا: جس کے الفاظ یہ ہیں کہ اور مسند امام احمد کی تمام روایات مقبول ہیں، پس اگر ان میں کوئی ضعیف بھی ہو تو وہ بھی درجہ حسن کے قریب ہے۔

بقول شوکانی (کیونکہ امام سیوطی سے مثبت انداز میں نقل کیا ہے) جو کہ غیر مقلدین کے بہت بڑے محدث و امام ہیں، مسند احمد کی ہر حدیث اگرچہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو وہ بھی حسن کے درجہ کے قریب ہوتی ہے۔ لیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہاں پر غیر مقلدین اپنی عادت کے مطابق یہی کہیں گے کہ ہم کوئی شوکانی کے مقلد ہیں کہ اس کی بات کو تسلیم کریں، ہم تو صرف قرآن اور صحیح حدیث کو تسلیم کرتے ہیں۔ تو عرض یہ ہے کہ اپنے اس قول (جو کہ عام طور پر ان کی کتابوں اور منبروں کی زینت ہوتا ہے) کے مطابق وہ قرآن مجید کی کسی آیت سے عبدالرحمن بن اسحاق کا ضعف ثابت کریں یا پھر کسی صحیح حدیث سے نہیں تو کسی ضعیف حدیث سے ہی ثابت کریں لیکن قیامت تک وہ ایسا نہیں کر سکیں گے۔

اس کے بارے میں وہ کسی محدث اور امام کا قول ہی پیش کریں گے کہ فلاں نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اگر کسی محدث و امام کے قول کو ہی دلیل بنانا ہے تو پھر اپنے امام و محدث کی بات کو ہی تسلیم کر لیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہاں کہا جائے کہ یہ شوکانی کا نہیں بلکہ امام سیوطی کا قول ہے تو عرض یہ ہے کہ شوکانی نے اس کو تسلیم تو کیا ہے۔ اگر یہ قول شوکانی کو قبول نہیں تھا تو چاہیے تھا کہ اس کا رد کرتے لیکن ایسا نہیں کیا، لہذا اس کا اس قول کی تردید نہ کرنا اس کو قبول کرنا ہے۔

پھر یہی غیر مقلدین کے امام و محدث شوکانی اس سے بھی بڑھ کر ایک بات امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ آپ نے زوائد سند میں فرمایا ہے:

"ان مسند أحمد أصح صحيحا من غيره"

یعنی بے شک مسند امام احمد اپنے غیر سے سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔

(نيل الأوطار ۱/۲۰، وتدريب الراوي ۱۴۷)

پس بقول امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ مسند امام احمد "اصح صحیحا" کے درجہ کی کتاب ہے تو ان کے نزدیک اس کی احادیث بھی دوسری کتابوں کی احادیث سے صحیح ہونگی۔

پس اگر عبدالرحمن بن اسحاق کے ضعف کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے کسی امام یا محدث کا قول ہی قبول کرنا ہے تو امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کو ہی قبول کر لیں۔

یادر ہے ہوسکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ یہ زیادات میں سے ہے تو عرض یہ ہے کہ شوکانی نے نیل الاوطار میں اس روایت کا مسند احمد کی ہونے کا انکار نہیں کیا اور اسی طرح ابن قیم وغیرہ نے بھی اس کو مسند احمد کی طرف ہی منسوب کیا ہے۔

ثانیا: عبد الرحمن بن اسحاق کا ضعف تسلیم کرنے کے باوجود یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہے جیسا کہ ابن ابی شیبہ کی حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ صحیح روایت، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خلافیات بیہقی کی روایت، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت، ابراہیم نخعی اور ابو مجلز کے اثر جو عنقریب نقل ہوں گی ان شاء اللہ العزیز، اور آئندہ آنے والی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی ہی دوسری اور تیسری روایت۔

لہٰذا عبد الرحمن بن اسحاق کے ضعف کی وجہ سے یہ روایت باطل و مردود قرار نہیں پاتی بلکہ دوسری متابعت اور شواہد کے ساتھ یہ درجہ حسن کو پہنچ جاتی ہے، جیسا کہ اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ شواہد اور متابعت روایت کے درجہ کی ترقی کا باعث ہوتے ہیں، جیسا کہ امن پوری نے بھی ابن خزیمہ کی روایت کو شواہد کے ساتھ تقویت دینے کی کوشش کی ہے۔

ثالثا: اس روایت پر غیر مقلدین کی طرف سے امن پوری نے ایک اعتراض کیا ہے کہ "دوسری بات یہ ہے کہ اس کی سند میں زیاد بن زید مجہول ہے۔۔۔ (تسہیل الوصول ۱۵۱)

اس کی جہالت بھی اس کے لیے مضر نہیں کیونکہ اس کا متابع موجود ہے جیسا کہ دار قطنی کی روایت میں اس کا متابع نعمان بن سعد ہے اور اس کو امام ابن حبان نے ثقات ۵ / ۲۷۴ میں ذکر کیا ہے اور اس کی روایات جو کہ اس سے عبد الرحمن بن اسحاق الکوفی نے روایت کیں ہیں ان کو مندرجہ ذیل محدثین نے صحیح وحسن قرار دیا ہے۔

(1) امام حاکم رحمہ اللہ نے "عبد الرحمن بن اسحاق عن النعمان بن سعد" کے طریق کی روایت کے بارے میں کہا: "ھذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ" (مستدرک ۶۰۹/۴ (۸۶۸۸)

نوٹ: یادر ہے کہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک کتاب التفسیر سورۃ مریم کی تفسیر میں ایک روایت "عبد

الرحمن بن اسحاق القرشي عن النعمان بن سعد عن المغيرة بن شعبة" کے طریق سے لی ہے اور اس کو "صحيح على شرط مسلم" قرار دیا ہے اور اس کی "تلخيص" میں حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو برقرار رکھا ہے۔ اگرچہ اس کی سند میں "القرشي" کی نسبت درست نہیں کیونکہ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو "أحمد بن جعفر القطيعي، ثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل، حدثني أبي، ثنا محمد بن فضيل عن عبد الرحمن بن اسحاق۔۔۔ الخ" کی سند سے بیان کیا ہے اور محمد بن فضیل کی اپنی "كتاب الدعاء" میں یہ "القرشي" کا وصف موجود نہیں ہے (كتاب الدعاء، ص ۱۹، حدیث نمبر ۴) امام فضیل بن دکین ابونعیم نے محمد بن فضيل عن عبد الرحمٰن بن اسحق کی سند سے اس کو بیان کیا ہے مگر یہ وصف ذکر نہیں کیا (منتخب من مسند عبد بن حميد، حدیث نمبر ۳۹۴) اسی طرح علی بن حرب نے محمد بن فضيل عن عبد الرحمٰن بن اسحق کی سند سے بیان کیا ہے مگر انہوں نے بھی یہ وصف بیان نہیں کیا (السادس عاشر من المشيخة البغدادية لابی طاهر السلفی، ص ۳۱، تاریخ بغداد، ج ۳، ص ۷۳) یوں ہی یہ روایت امام طبرانی نے محمد بن فضیل اور علی بن مسهر عن عبد الرحمٰن بن اسحق کی سند سے اس کو روایت کیا ہے مگر القرشی کی نسبت ذکر نہیں کی (معجم الكبير، حدیث نمبر ۱۷۴۳۲) یوں ہی علی بن مسہر نے بھی یہ روایت عبدالرحمٰن بن اسحٰق سے بیان کی ہے مگر القرشی وصف بیان نہیں کیا (مصنف ابن ابی شیبة، ج ٦، ص ۵۳۰، ترمذی، حدیث نمبر ۲۴۳۲) اسی طرح امام خطیب بغدادی نے علی بن مسہر اور حفص بن غیاث عن عبد الرحمٰن بن اسحٰق کی سند سے اس کو روایت کیا ہے مگر القرشی کی نسبت موجود نہیں ہے (تاریخ بغداد، ج ۵، ص ۳٦٦) اور قرشی رجال مسلم میں سے ہے، یہ کسی طابع، ناسخ یا راوی کا وہم ہے مگر حافظ ذہبی کا نعمان بن سعد پر کوئی کلام ذکر نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ راوی ان کے نزدیک ایسا نہیں کہ اس کی روایت کو رد کر دیا جائے، بلکہ حافظ ذہبی نے تو نعمان بن سعد کی توثیق کا ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں: "وثق" (الکاشف ۲/ ۳۲۳ (۵۸۴۸))۔

(2) امام ترمذی نے اپنی جامع میں "عبد الرحمن بن اسحاق عن النعمان بن سعد" کی سند کی روایت کے بارے میں کہا: "هذا حديث حسن غريب" (جامع ترمذی ۲۴۳ (۷۴۰) ماجاء في صوم المحرم)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں فرمایا: "مقبول من الثالثة" (تقریب التہذیب ۷۱۳۱)

نوٹ: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا "تهذيب التهذيب" میں اس کے بارے میں یہ کہنا

کہ: "روى عنه بن أخته أبو شيبة عبد الرحمن بن اسحاق الكوفي ولم يرو عنه غيره"

(۱۰/۴۵۳)، والتاريخ الكبير للبخاري ۸/۷۸ (۲۲۳۶) وغيرهما

یہ بات درست نہیں ہے کہ اس سے سوائے عبدالرحمن بن اسحاق کے کوئی بھی روایت نہیں کرتا بلکہ اس

سے روایت کرنے والوں میں: امام ابن حبان نے کہا: روى عنه ابنه أيوب وعبد الرحمن بن

اسحاق (کتاب الثقات ۵/۴۷۲)

(2) اسماعیل بن ابی خالد (ثقہ) "المعرفة والتاريخ ۲/۱۸۸، في ترجمة: اسماعيل بن أبي

خالد"، وأبو نعيم الأصبهاني في أخبار أصبهان ۲/۲۵۹، في ذكر أبو بكر محمد بن رزيق

البغدادي" میں ان کی روایت موجود ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

"نعمان بن سعد الذي يحدث عن علي مقارب الحديث، لا بأس به ولكن الشأن في عبد

الرحمن بن اسحاق له أحاديث مناكير" (سوالات ابی داود، باب اهل الكوفة، ص ۲۸۷)

یعنی نعمان بن سعد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے مقارب الحدیث ہے اور اس میں کوئی حرج

نہیں ہے، لیکن عبدالرحمن بن اسحاق کا معاملہ یہ ہے کہ اس کی احادیث مناکیر ہیں۔

ایوب بن نعمان بن سعد (مقبول) "المعجم الكبير للطبراني ۹/۳۰۶ (۱۸۲۱۸)، معرفة

الصحابة لأبي نعيم ۵/۳۹ (۷۰۷۸)، الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم ۴/۲۱۸

(۲۲۰۳)" میں اس کی روایت موجود ہے۔

غیر مقلد داؤد ارشد نے لکھا ہے کہ: "امام احمد نے اسامہ کے بارے روی مناکیر کے الفاظ کہے ہیں مگر

حضرت امام کے نزدیک یہ الفاظ اسامہ کے ضعف پر دلیل ہرگز نہیں کیونکہ ان کے نزدیک تفرد ثقہ پر منکر

کا اطلاق ہوتا ہے"۔ (دین الحق ۱/۱۵۷)

پس معلوم ہوا کہ امام احمد بن حنبل کا "لہ احادیث مناکیر" کہنا نعمان بن سعد کے ضعف کے دلیل نہیں ہے، لہٰذا نعمان بن سعد پر یہ جرح کہ وہ مجہول ہے اور یہ کہ اس سے عبد الرحمن بن اسحاق کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا درست نہیں۔

پس ثابت ہوا کہ یہ روایت مذکورہ اسناد کے ساتھ کم از کم حسن درجہ کی ہے۔

پھر اس روایت کی ایک دوسری سند بھی موجود ہے جس میں نہ تو عبد الرحمن بن اسحاق ہے اور نہ ہی زیاد بن زید اور اس کا ذکر حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے "التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد" میں کیا ہے، ملاحظہ فرمائیں: (التمهيد لما في الموطأ من المعاني والأسانيد ٢٠/٧٨)

(2) ذكر الأثرم قال حدثنا أبو الوليد الطيالسي قال حدثنا حماد بن سلمة عن عاصم الجحدري عن عقبة بن صهبان سمع عليا في قول الله عز وجل {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} قال: وضع اليمنى على اليسرى تحت السرة

بسند مذکور عقبہ بن صہبان کہتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالی کے فرمان {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} کی تفسیر میں سنا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

(سوالات أبي داود ٢٨٧_٢٨٨ (٣٣٢))

اس روایت کے پہلے راوی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ چوتھے خلیفہ راشد اور صحابی رسول ہونے کے ساتھ ساتھ باب مدینۃ العلم بھی ہیں۔

دوسرے راوی "عقبہ بن صہبان" ہیں: امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس سے کتاب التفسیر، سورۃ الفتح میں روایت لی ہے۔ اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں کتاب الذبائح میں روایت لی ہے۔

جبکہ امام عجلی، امام ابوداود، امام نسائی، امام ابن سعد، حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ وغیرہم نے ثقہ کہا ہے۔ اور امام ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے

(رجال صحيح بخاري ٢/٥٦٤، ورجال مسلم ٢/١٠٨، ومعرفة الثقات ٢/١٤٢، وسوالات أبي عبيد الآجري ٣١٧، وطبقات الكبرى ٧/١٤٦، والكاشف ٢/٢٩، وتقريب التهذيب ٤٣٤، وتهذيب

التہذیب ۵ ۲۱ /۷، وتہذیب الکمال ۲۰۰ /۲۰ ۔ ۲۰۲، و کتاب الثقات ۵ ۲۲ /۵)

تیسرے راوی "عاصم بن العجاج الجحدری" ہیں:

امام ابن معین نے ثقہ کہا ہے، اور ابن حبان نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔
(الجرح و التعدیل ۲۴۹ /۶، کتاب الثقات ۲۴۰ /۵)

تیسرے راوی "حماد بن سلمہ" ہیں

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح، کتاب الرقاق جزء ۸ / ۹۳ (۶۴۴۰) میں "وقال لنا أبو الولید (الطیالسي) حدثنا حماد بن سلمة۔۔۔ الخ کی سند سے روایت لی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ثقة عابد أثبت الناس في ثابت، وتغیر حفظه بأخرة" (تقریب التہذیب ۱۶۳)

یاد رہے کہ یہاں معترضین کو حماد بن سلمہ پر حافظے کے تغیر کے حوالے سے کلام فائدہ نہیں دے گا کیونکہ ان کے علماء لکھ چکے ہیں کہ:

"یعنی مختلطین کی صحیحین میں بطور حجت روایات کا مطلب یہ ہے کہ وہ اختلاط سے پہلے کی ہیں یہ قول دوسرے قرائن کی روشنی میں بالکل صحیح ہے" (مقالات علیزئی ۴۳۵ /۱)

چوتھے راوی "ابو الولید الطیالسی" یہ بھی بخاری کے ثقہ راوی ہیں جیسا کہ بخاری کی روایت کا ذکر ہوا ہے

پانچویں راوی "احمد بن محمد بن ہانی، ابو بکر الاثرم" یہ امام احمد بن حنبل کے اصحاب میں سے ثقہ حافظ صاحب تصانیف ہیں۔

پس معلوم ہوا کہ اس روایت کے سارے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں سوائے عقبہ بن صہبان اور ابو بکر الاثرم کے اور وہ دونوں ثقہ ہیں، پس اس روایت کی سند صحیح ہے۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے {فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ} کی تفسیر میں "علی صدرہ" کے الفاظ بھی مروی ہیں اس کا مفصل جواب تو معترضین کے دلائل میں آئے گا مگر یہاں اتنا عرض ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ان روایات میں سے سند کے اعتبار سے صرف اور صرف "تحت السرة" والی روایت

صحیح ۔ جبکہ دوسری "علی صدرہ" والی روایت میں علتیں اور کمزوریاں موجود ہیں۔
پس حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی مرفوع صحیح روایت اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی اس تفسیری بسند صحیح روایت سے ثابت ہوا کہ نماز میں زیر ناف "تحت السرۃ" ہاتھ باندھنا زیادہ صحیح وثابت ہیں۔

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ والی روایت

عن أنس قال: من اخلاق النبوۃ تعجیل الافطار و تاخیر السحور ووضع یمینک علی شمالک في الصلوۃ تحت السرۃ۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا: کہ تین چیزیں اخلاق انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام میں سے ہیں، افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں اپنا دائیاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر زیر ناف رکھنا۔
(خلافیات للبیھقي ق ۳۷، ومختصر الخلافیات لابن فرح الاشبیلي ۱/۳۴۲، وذکرہ ابن حزم في المحلی ۳۰/۲)
اس کی سند کے ایک راوی سعید بن زربی پر کلام ہے لیکن اس کے شواہد موجود ہیں جیسا کہ پیچھے ذکر ہوا ، اور آگے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی آرہی ہے۔

حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی روایت

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ:
أخذ الأکف علی الأکف في الصلوۃ تحت السرۃ
یعنی ہتھیلی کو ہتھیلی پر نماز میں زیر ناف رکھے۔ (أخرجہ أبو داؤد في السنن ۱۲۳ (۷۵۸)، دار ابن حزم)
اس روایت میں بھی عبد الرحمن بن اسحاق راوی ہے اور اسی پر اعتراضات کیے جاتے ہیں جن کے بارے میں اوپر ذکر ہو چکا۔

یہاں "عبد الرحمن بن اسحاق عن سیار أبي الحکم عن أبي وائل قال: قال: أبو ھریرۃ" کی سند ہے، اور "عبد الرحمن بن اسحاق عن سیار أبي الحکم عن أبي وائل" کی سند کو مندرجہ ذیل محدثین نے صحیح اور حسن کہا ہے
(1) امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مستدرک میں جلد ا صفحہ ۷۲۱ برقم ۱۹۷۳ میں کہا: "صحیح الاسناد ولم

یخرجاہ" اور جلد ۲ صفحہ ۲۶۶ برقم ۳۶۰۵ میں کہا: "هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه"

(2) امام ضیاء الدین المقدسی رحمہ اللہ نے "الاحاديث المختارة ۲/۱۱۷ (۴۸۹) اور صفحہ ۱۱۸ (۴۹۰)" میں کہا: "اسناده حسن"۔

(3) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں برقم ۳۵۷۲ باب في دعاء النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کہا "هذا حديث حسن غريب"۔

پس ثابت ہوا کہ اس سند سے بھی یہ روایت مندرجہ بالا محدثین کے نزدیک حسن ضرور ہے۔ اب ہم تابعین اور آئمہ حدیث کے چند اقوال پیش کرتے ہیں۔

امام ابومجلز رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی

امام ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں حجاج بن حسان سے روایت کرتے ہیں:

قال: سمعت ابا مجلز أو سألته قال قلت: كيف يضع؟ قال يضع باطن كفه يمينه على ظاهر كف شماله ويجعلهما اسفل من السرة۔ (مصنف ابن أبي شيبة ۱/۳۹۱، وفي نسخة: ۱/۳۴۳ (۳۹۴۲)

حجاج بن حسان نے فرمایا کہ میں نے ابومجلز سے سنا یا ان سے سوال کیا (نماز میں ہاتھ) کیسے رکھیں (ایک میں ہے کہ کیسے باندھوں) تو انہوں نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر زیر ناف رکھا جائے

اس اثر کی سند کے بارے میں غیر مقلدین کے محدث شمس الحق عظیم آبادی نے لکھا ہے کہ:

ذكره العلامة ابو المحاسن محمد قائم في رسالته فوز الكرام و قال هذا سند جيد

یعنی علامہ ابوالمحاسن محمد قائم نے اپنے رسالہ فوز الکرام میں اس کو ذکر کیا اور کہا کہ اس کی سند جید ہے۔

(عون المعبود ۲/۳۲۴)

اس اثر کی سند پر کسی غیر مقلد کا کوئی اعتراض ہماری نظر سے نہیں گزرا جس سے یہ ثابت ہوا کہ اس کو غیر مقلدین بھی صحیح تسلیم کر چکے ہیں کیونکہ ان میں سے کسی نے بھی اس پر باعتبار سند اعتراض نہیں کیا۔

البتہ ایک غیر مقلد نے مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا:

"ہم مفتی صاحب کی ایک بددیانتی کی طرف توجہ دلاتے ہیں وہ الفاظ ہیں۔ اسناده جيد وراة كلهم

ثقات۔ یہ مفتی صاحب کا صریحا جھوٹ ہے کیونکہ امام ابوبکر نے یہ قطعا نہیں کہا''

(دین الحق جلد ۱ صفحہ ۲۲۶)

غیر مقلد داؤد ارشد کی بد دیانتی اور ہیرا پھیری ملاحظہ فرمائیں:

اولا: مفتی صاحب نے قطعا یہ نہیں لکھا کہ امام ابن ابی شیبہ نے کہا کہ اس کی سند جید ہے اور اس کے تمام روات ثقہ ہیں بلکہ انہوں نے تو اس کی سند کے بارے میں لکھا کہ اس کی سند جید اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس کے کسی راوی پر جرح ثابت کرتے اور پھر کہتے کہ یہ جھوٹ ہے۔ خود تو کسی راوی پر جرح ثابت نہ کر سکے الٹا ان کی طرف جھوٹ منسوب کر دیا جو بہتان عظیم ہے۔

ہم غیر مقلدین کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ خوردبین لے کر بھی اس میں یہ نہیں دکھا سکتے کہ مفتی صاحب نے یہ لکھا ہو کہ امام ابوبکر نے کہا ہے کہ **اسنادہ جید و رواتہ کلھم ثقات**

ثانیا: مفتی صاحب کی عبارت میں خیانت خود کر دی مفتی صاحب نے تو لکھا تھا کہ: "**اسنادہ جید و رواتہ کلھم ثقات**" لیکن غیر مقلد نے جو الفاظ کا مجموعہ مفتی صاحب کی طرف منسوب کیا ہے وہ ہے" **اسنادہ جید و راۃ کلھم ثقات**"

مفتی صاحب کو بد دیانتی کے طعنے دینے والا غیر مقلد اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھے کہ اس کے گریبان میں کیا ہے۔ کیا اسی کا نام دیانت داری ہے؟ کہ ایک بات کسی کی ہو کچھ اور اس کو بیان کسی اور طرح کیا جائے اگر یہی دیانت داری ہے تو ایسی دیانت داری سے خدا ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین۔

ثالثا: غیر مقلد کا کسی راوی پر جرح نہ کر سکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس اثر کی سند واقعۃً جیّد ہے اسی لیے تو مجبوراً غیر مقلد کو یہ لکھ کر جان چھڑانی پڑی کہ: "ثانیا: تابعی کا قول مرفوع حدیث کا معارض نہیں ہو سکتا"

(ایضاً جلد ۱ صفحہ ۲۲۶)

الجواب: یہ قول، کسی بھی مرفوع حدیث جو کہ صحیح اور صریح ہو کے مخالف نہیں ہے اور نہ ہی کوئی صحیح، صریح، مرفوع حدیث اپنے دعوی میں غیر مقلدین پیش کر سکتے ہیں۔

بلکہ یہ قول تابعی صحیح، صریح اور مرفوع حدیث کے مطابق ہے جس کو امام ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے جس کے بارے میں غیر مقلد عبدالرؤف نے بھی لکھا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔ پس معلوم ہوا

کہ یہ قول کسی صحیح، صریح اور مرفوع حدیث کا معارض نہیں بلکہ یہ صحیح، صریح اور مرفوع حدیث کے مطابق ہے

امام ابراھیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی

عن ابراهيم قال يمينه على شماله في تحت السرة

حضرت ابراھیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔

(مصنف ابن أبي شيبة ۱/۳۹۰، وكتاب الآثار لمحمد بن الحسن ۳۲۲)

اس اثر پر "امن پوری" نے ایک اعتراض کیا ہے کہ:

اس کی سند میں ربیع بن صبیح ضعیف اور سئ الحفظ راوی موجود ہے جس کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تسهيل الوصول۔۔۔ صفحه ۱۵۲)

اولا: غیر مقلدین کے محدث نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا ہے: "أبو حفص ربيع بن صبيح السعدى البصرى هو من اتباع التابعين واعيان المحدثين كان صدوقا عابدا مجاهدا اول من صنف في الاسلام (أبجد العلوم ۳/۲۱۵، بيروت)

اس میں محدثین نے گو کہ کلام کیا ہے جہاں اس پر کلام کیا گیا ہے وہاں اس کی تعریف بھی کی گئی ہے۔ امام ابن عدی دوسرے محدثین کے کلام نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وللربيع احاديث صالحه مستقيمة ولم ار له حديثا منكرا جدا وارجو انه لا بأس به وبرواياته یعنی ربیع کی احادیث (روایت کردہ) صالح مستقیم ہیں اور میں نے اس کی کوئی حدیث سخت منکر نہیں دیکھی اور مجھے امید ہے کہ اس میں اور اس کی روایات میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (الكامل لابن عدي ۳/۹۹۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

"صدوق سئ الحفظ" (تقريب التهذيب)

امن پوری کے بڑے مبارکپوری بھی حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی بات کو قبول کرتے ہوئے اس کے بارے میں لکھتے ہیں: "صدوق سئ الحفظ وكان عابدا مجاهدا" (تحفة الأحوذي ۷/۱۳۹)

جبکہ امن پوری صاحب کے محقق علیزئی صاحب نے تو اس راوی کے بارے میں عجب گل کھلائے ہیں وہ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ''جزء رفع الیدین'' کی تخریج و تعلیق کرتے ہوئے اسی ربیع بن صبیح کی ایک روایت کے تحت لکھتے ہیں: ''حسن۔ یہ روایت ابوبکر الاثرم نے ربیع بن صبیح سے متصلا بیان کی ہے دیکھئے التمہید (ج۹ ص۲۱۸) {ربیع مذکور جمہور کے نزدیک موثق اور حسن درجے کا راوی ہے دیکھئے تھذیب التھذیب وغیرہ۔ ربیع مذکور سے مراد ربیع بن انس ہے} جبکہ ربیع بن صبیح جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ لہذا یہ سند ضعیف ہے لیکن دوسرے شواہد کے ساتھ حسن ہے''

(جزء رفع الیدین ص۸۱، طبع ۲۰۰۶ء)

قارئین! ملاحظہ فرمائیں کس طرح غیر مقلدین کے محقق و محدث صاحب ایک ہی مقام پر دو متضاد باتیں کر رہے ہیں کہ پہلے ربیع بن صبیح کی ہی روایت کو حسن قرار دے رہے ہیں مگر درمیان میں نہ جانے کیا یاد آیا کہ اصل رسالہ میں صراحت کے باوجود کہ یہ ربیع بن صبیح ہے اس کو ربیع بن انس بنا دیا جبکہ خود ہی اقرار بھی کیا کہ التمہید میں ابوبکر الاثرم نے ربیع بن صبیح سے متصلا بیان کیا ہے، مگر بعد میں یہ لکھ رہے ہیں کہ یہ سند ضعیف ہے اور شواہد کے ساتھ حسن ہے۔

پس امن پوری کے محقق صاحب کے نزدیک بھی ربیع بن صبیح ایسا راوی ہے کہ اگر اس کی روایت کا کوئی شاہد ہو تو اس کی روایت بھی حسن ہوتی ہے تو یہاں ہماری بیان کردہ روایت کے بھی کئی شواہد ہیں جیسا کہ ذکر ہوا۔ لہذا یہ اثر کم از کم حسن کا درجہ رکھتا ہے امن پوری کا اس کو ضعیف کہنا اپنے ہی بڑوں کی تحقیق کا خون کرنا ہے۔

ثانیا: اس اثر میں متابعت بھی موجود ہے جیسا کہ امام عبدالرزاق اپنی تصنیف ''الأمالي في آثار الصحابة'' میں بیان کرتے ہیں:

''قال الثوري عن سعيد عن فرقد عن ابراهيم قال: مادون السرة، يعني تحتها

(الأمالي في آثار الصحابة ۵۲ (۵۴)

پس اس متابعت اور پہلے ذکر ہونے والے شواہد کے ساتھ ابراہیم نخعی کا اثر صحیح لغیرہ کا درجہ حاصل کر لیتا ہے لہذا کسی کا ربیع بن صبیح پر محدثین کے مختلف فیہ اقوال کو مدنظر رکھتے ہوئے اس اثر کو متابعت اور شواہد کی موجودگی میں ضعیف کہنا حقیقت سے انکار کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور نماز میں ہاتھ باندھنا

امام ابوداود سجستانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قلت: لأحمد وضع اليمين على الشمال في الصلاة تختاره؟ قال: نعم وسمعته سئل عن وضعه، فقال: فوق السرة قليلا، وان كان تحت السرة فلا بأس وسمعته، يقول: يكره أن يكون يعني: وضع اليدين عند الصدر۔

یعنی میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا کیا آپ نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا اختیار کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ اور میں نے آپ کو سنا آپ سے ہاتھ رکھنے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: ناف سے تھوڑا سا اوپر، اور اگر ناف کے نیچے بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ اور میں نے آپ سے سنا آپ کہتے کہ مکروہ ہے سینے کے قریب ہاتھ رکھنا۔ (مسائل الامام أحمد رواية أبي داود السجستاني ۴۸)

امام اسحاق بن منصور المعروف بالکوسج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قلت: اذا وضع يمينه على شماله أين يضعهما؟ قال: فوق السرة وتحته، كل هذا ليس بذاك۔ قال اسحاق: كما قال تحت السرة أقوى في الحديث وأقرب الى التواضع

میں نے کہا جب نماز میں دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے تو کہاں رکھے؟ فرمایا: ناف کے اوپر اور نیچے، یہ سب ٹھیک ہے اس میں کوئی فرق نہیں۔ امام اسحاق بن راھویہ نے اسی طرح کہا کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث میں قوی اور تواضع کے زیادہ قریب ہے۔ (مسائل الامام أحمد واسحاق بن راهويه ۱/۵۵۱ (۲۱۴)

پس ثابت ہوا کہ نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے صحیح اور حسن احادیث سے بھی ثابت ہے اور صحیح آثار سے بھی ثابت ہے، اور یہی تواضع کے زیادہ قریب ہے۔

﴿امام اسحاق بن راھویہ رحمۃ اللہ علیہ امام بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابوداود رحمۃ اللہ علیہم کے شیوخ میں سے ہیں، اصحاب صحاح ستہ نے سوائے ابن ماجہ کے ان سے روایات لی ہیں، امام بخاری نے اپنی صحیح میں باب: ما يقول اذا سمع المنادى امام مسلم نے اپنی صحیح میں باب: اول الايمان قول لا اله الا الله امام نسائی نے اپنی سنن میں باب: السواک اذا قام من الليل امام ابوداود نے اپنی سنن میں باب: التامين وراء الامام

اور امام ترمذی نے اپنی جامع [سنن] میں باب: ماجاء في التیمم وغیرھم میں روایات لی ہیں۔

آپ صاحب مسند ثقہ امام حدیث ہیں آپ کی مسند کی پانچ جلدیں عبدالغفور بن عبدالحق البلوشی کی تحقیق کے ساتھ مکتبۃ الایمان۔المدینۃ المنورۃ سے شائع ہوچکی ہیں۔

امام خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ بغداد ۶/ ۳۴۹، اور ابن عساکر نے تاریخ دمشق ۸ / ۱۳۵ میں بسند حسن امام سلیمان ابوداود الخفاف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی آپ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اسحاق بن راھویہ سے سنا فرماتے تھے کہ میری کتابوں میں لکھی ہوئی ایک لاکھ احادیث اس طرح میرے سامنے ہیں جیسے میں ان کو دیکھ رہا ہوں اور تیس ہزار احادیث تو میں روانی کے ساتھ ازبر پڑھ سکتا ہوں۔

آپ نے نصف شعبان ۲۳۸ھ میں ۷۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حدیث کے ایسے عظیم امام کے نزدیک نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا نہیں بلکہ زیر ناف ہاتھ باندھنا زیادہ قوی اور تواضع کے زیادہ قریب ہے۔

نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی روایات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

روایت نمبر (1)

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی روایت: "صليت مع رسول الله صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ووضع يده اليمنى على يده اليسرى على صدره"۔ (أخرجه ابن خزيمة في الصحيح ۱/۲۷۲ ح ۴۷۹)

تصحیح کے متعلق غلط بیانیاں

غیر مقلدین میں سے ایک جماعت نے اس روایت کی تصحیح کے بارے میں غلط بیانی کی ہے انہوں امام ابن خزیمہ کی طرف اس کی تصحیح منسوب کی ہے جن میں سے

(1) محمد بن علی شوکانی "نیل الاوطار ۲/ ۱۹۵، وفي نسخة: ۲/ ۲۲۰"۔

(2) محمد اشرف بن امیر عظیم آبادی "عون المعبود ۲/ ۳۲۴"۔

(3) محمد عبدالرحمن مبارکپوری "ابکار المنن ۱۱۰"۔

(4) خواجہ محمد قاسم "قد قامت الصلوۃ ۲۰۴"۔

(5) زبیر علیزئی ''نماز نبوی صحیح احادیث کی روشنی میں ۱۴۴''۔

(6) غلام مصطفی ظہیر امن پوری ''تسہیل الوصول ۱۴۸''۔

امام ابن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس روایت کی تصحیح کا قول راقم الحروف کے علم میں نہیں ہے کہ آپ نے مؤمل بن اسماعیل کے طریق سے مروی ''علی صدرہ'' کی زیادت کے ساتھ اس کو صحیح کہا ہو اگر کسی کے پاس کوئی حوالہ ہے تو پیش کرے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین۔

یاد رہے کہ بعض ۔۔ تصحیح کو ابن سید الناس کی طرف منسوب کرتے ہیں مگر سند کے سامنے آنے کے بعد یہ واضح ہے کہ اگر ابن سید الناس سے یہ بات ثابت بھی ہو تو یہ ان کا تساہل ہوگا۔

غیر مقلدین کا اس روایت کی صحت وضعف میں تضاد

غلام مصطفی ظہیر نے لکھا: ''صحیح ۔۔۔ اس میں سفیان ثوریؒ کی تدلیس ہے باقی سند ''حسن'' ہے لہذا یہ حدیث اپنے شواہد کے ساتھ ''صحیح'' ہے۔۔۔ (تسہیل الوصول ۱۴۷)

عبد الروف سندھو نے لکھا: ''صحیح حدیث ہے ۔۔۔ یہ سند ضعیف ہے کیونکہ اس میں مؤمل بن اسماعیل سیئ الحفظ ہے ۔۔۔ (صلوۃ الرسول مع تخریج وتعلیق ۲۲۸)

عبد المنان نور پوری نے لکھا: ''اگرچہ ابن خزیمہ والی یہ حدیث مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف معلوم ہوتی ہے ۔۔۔ (نماز میں ہاتھ اٹھانے اور باندھنے کی کیفیت ۲۹)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''السنن الکبری ۲ / ۳۰'' میں فرمایا: ''ورواہ أیضا مؤمل بن اسماعیل عن الثوری عن عاصم بن کلیب عن أبیہ عن وائل ۔۔۔ الخ''۔

اور اس کے بارے میں غیر مقلدین کے محدث مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں: ''قلت سلمنا ان مؤمل بن اسماعیل ضعیف ورواية البيهقي هذه ضعيفة ۔۔۔ (ابکار المنن ۱۰۹)

یاد رہے کہ یہ اسی ابن خزیمہ کی روایت کی سند ہے۔

غیر مقلدین کی بیان کردہ سند

غیر مقلدین میں سے بعض نے اپنے خیالات میں اس روایت کی ایک ایسی سند بھی نقل کی جو امام مسلم کی

صحیح میں موجود ہے، غیر مقلدین کے شیخ الحدیث عبید اللہ مبار کپوری صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ (حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب مبار کپوری رحمۃ اللہ علیہ) کے نزدیک بظاہر صحیح ابن خزیمہ کی یہ حدیث حسب ذیل سند سے مروی ہے عن محمد بن یحیی عن عفان عن همام عن محمد بن جحادة [جحادة] عن عبد الجبار بن وائل من [عن] علقمة بن وائل و مولی لهم عن ابیه انتهی اور اسی سند سے مسلم شریف میں یہ متن بغیر زیادت علی الصدر کے بایں الفاظ مروی ہے ثم وضع یده الیمنی علی الیسری جلد اول ص ۱۷۳۔ (فتاوی ثنائیہ ۱/۴۴۴)

عبد الرحمن مبار کپوری صاحب تحفۃ الاحوذی نے یہ سند ''ابکار المنن في تنقید اثار السنن ص ۱۰۷'' میں بیان کی ہے۔ مزید ملاحظہ فرمائیں: (فتاوی علمائے حدیث ۳/۹۱-۹۲)

اور غیر مقلدین کے نواب صاحب بھوپالی لکھتے ہیں کہ: ''وروی عنه ابناه علقمة و عبد الجبار و غیرهما قال صلیت مع النبي ﷺ فوضع یده الیمنی علی یده الیسری علی صدره''۔

(مسک الختام شرح بلوغ المرام ۱/۴۰۱)

حالانکہ نہ صحیح ابن خزیمہ کی مذکورہ روایت کی یہ سند ہے اور نہ ہی اس روایت کو ان کے بیٹوں علقمہ اور عبدالجبار میں سے کوئی روایت کرتا ہے۔ غیر مقلدین کے داود ارشد کی زبان و قلم میں یہ باتیں بد دیانتی، خیانت، جھوٹ، یہودیت میں شمار ہوتی ہیں جس کے لئے غیر مقلدین اس کی کتاب دین الحق کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

الفاظ روایت درست نہیں

غیر مقلدین کی اکثریت شوکانی سے لے کر خالد گرجاکھی اور صادق سیالکوٹی تک اس روایت کو بلوغ المرام سے نقل کرتی رہی ہے یا پھر ایک دوسرے کی کتب سے کیونکہ ان کی کتب میں ''فوضع'' کا لفظ اس بات کی طرف واضح دلیل ہے کیونکہ صحیح ابن خزیمہ میں ''ووضع'' ہے۔ مگر حیرانگی ہوتی ہے کہ خواجہ قاسم، داود ارشد اور فاروق الرحمن یزدانی جنہوں نے صحیح ابن خزیمہ کی جلد و صفحہ تک لکھا ہے وہ بھی روایت کے الفاظ درست نہیں لکھ سکے۔

(جاری ہے)

تحریف قرآن

چوتھی اور آخری قسط

مناظر اہلسنت قاطع رافضیت مولانا غلام علی فاروقی

قرآن اصلی حالت میں امام مہدی ہی لے کر آئیں گے:

ہم اپنے امام کے حکم سے مجبور ہیں کہ جو تغیر یہ لوگ کر دیں تم اس کو اُسی کے حال پر رہنے دو اور تغیر کرنے والے کا عذاب کم نہ کرو۔ ہاں جہاں تک ممکن ہو لوگوں کو اصل حال سے مطلع کر دو۔ قرآن مجید کو اس کی اصلی حالت پر لانا جناب صاحب العصر (امام مہدی) علیہ السلام کا حق ہے اور انہی کے وقت میں وہ حسبِ تنزیل خدائے تعالیٰ پڑھا جائے گا۔ (ترجمہ مقبول شیعہ، ص ۴۷۹)

جو یہ کہے کہ میں نے مکمل قرآن جمع کر دیا وہ بہت بڑا جھوٹا ہے (امام باقر)

عن جابر قال سمعت ابا جعفر علیه السلام یقول ما ادعی احد من الناس انه جمع القران کله کما انزل الا کذاب و ما جمعه و حفظه کما نزله اللہ تعالیٰ الا علی ابن ابی طالب والائمه من بعده علیهم السلام

ترجمہ: جابر کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے سنا فرماتے تھے جو یہ کہتا ہو اور دعویٰ کرتا ہو کہ اس نے تمام قرآن پاک کو ایک جگہ جمع کر دیا جیسا کہ وہ اتارا گیا تو وہ پرلے درجے کا جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن کریم کو نازل فرمایا اس کو من وعن مکمل طور پر جمع کرنے والے اور یاد رکھنے والے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آئمہ اہل بیت ہی ہیں (فصل الخطاب، ص ۴، مطبوعہ ایران)

تقیہ آڑے نہ آتا تو میں نکالی گئی تمام آیات کی نشاندہی کر دیتا (حضرت علی)

وقوله علیه السلام ولو شرحت لک کل ما اسقط و حرف و بدل مما یجری هذا المجری لطال و ظهر ما نحطر االتقیة اظهارة من مناقب الاولیآء و مثالب الاعداء

ترجمہ: اگر میں تیرے سامنے ان آیات کی تشریح کر دیتا جنہیں قرآن سے نکال دیا گیا جن میں تحریف کی گئی اور ان میں تبدیلی کی گئی اور جیسے دوسری تحریفی باتیں کی گئیں تو بات کافی طویل ہو جاتی اور تقیہ جس کے اظہار سے آڑے آتا ہے وہ ظاہر ہو جاتیں (وہ کیا باتیں تھیں) اہل بیت کے دشمنوں کی برائیاں اور ان کے دوستوں کی خوبیاں۔ (فصل الخطاب ص ۱۳ مطبوعہ ایران)

اصلی قرآن میں اہل بیت کے نام تھے (امام جعفر)

عن ابی عبد اللہ قال: لو قرئ القرآن کما انزل لألفیتنافیه مسمین

ترجمہ: امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا اگر قرآن پاک کو انہی الفاظ کے ساتھ پڑھا جاتا جن پر یہ اتارا کیا گیا تھا تو تم اس میں ہمارے (اہل بیت کے) نام ضرور پاتے۔

(فصل الخطاب صفحہ ۲۳۸ مطبوعہ ایران) (صافی، ج۱، ص ۳۳، المقدمۃ السادسہ بیروت)

اگر قرآن کی تلاوت اس طرح ہوتی جس طرح وہ اترا تھا تو دو آدمی بھی اختلاف والے نہ ہوتے (حضرت امام جعفر صادق)

عن ابی بکر بن محمد قال سمعت اباعبد اللہ علیه السلام یقول لو قرء القرآن علی ما انزل ما اختلف فیه اثنان

ترجمہ: ابوبکر بن محمد نے کہا کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا، فرماتے تھے اگر قرآنِ کریم کو انہی الفاظ کے ساتھ پڑھا جاتا تو دو آدمی بھی ایسے نہ ملتے جو اس میں باہم اختلاف رکھتے ہوں۔

(فصل الخطاب صفحہ ۲۳۸، ۲۲۷، مطبوعہ ایران طبع جدید)

قرآن میں کمی بیشی ہو چکی ہے (امام باقر رضی اللہ عنہ)

عن ابی جعفر علیه السلام انه قال لو لا انه زید فی القران و نقص ما خفی حقنا علی ذی حجی (فصل الخطاب فی اثبات تحریف القرآن صفحہ ۲۴۱، مطبوعہ ایران طبع قدیم)

ترجمہ: حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر قرآن میں کمی بیشی نہ کی گئی ہوتی تو جھگڑالو شخص پر ہمارا

حق چھپا ہوا نہ رہتا۔

کلینی، قمی اور طبرسی تحریف قرآن کے معتقد اور پر چارک تھے:

واما اعتقاد مشائخنا فی ذلک فالظاهر من ثقة الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی انه کان یعتقد التحریف و النقصان فی القرآن لانه روه روایات فی هذا المعنی فی کتابه الکافی ولم یتعرض لقدح فیها مع انه ذکر فی اول الکتاب انه کان یثق بمارواه فیه و کذلک استاذه علی بن ابراهیم القمی فان تفسیره مملو منه وله غلو فیه و کذلک الشیخ احمد ابن ابی طالب الطبرسی فانه ایضاً نسج علی منوالهما فی کتاب الاحتجاج

ترجمہ: بہرحال ہمارے مشائخ کرام کا تحریف قرآن کے بارے میں عقیدہ تو اس بارے میں ثقہ الاسلام محمد بن یعقوب الکلینی سے بظاہر یہی ثابت ہے کہ وہ قرآن کریم کی تحریف اور اس میں تبدیلی کے معتقد تھے کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب ''الکافی'' میں اس موضوع کی بہت سی روایات ذکر کیں اور ان پر کہیں بھی کوئی اعتراض و ناپسندیدگی کا اظہار نہیں کیا حالانکہ شروع کتاب میں انہوں نے صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ جو کچھ اس کتاب میں لکھا جائے گا وہ میرے نزدیک باوثوق بات ہوگی یونہی ان کے استاد علی بن ابراہیم القمی بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے کیونکہ ان کی تفسیر ایسی باتوں سے بھری پڑی ہے بلکہ یہ تو حد سے بڑھ گئے شیخ احمد بن ابی طالب الطبرسی بھی ان دونوں کے نقش قدم پر چلے اور ان کی کتاب ''الاحتجاج'' اس کی گواہ ہے۔ (تفسیر صافی جلد اول صفحہ ۴۲، المقدمۃ السادسہ، بیروت)

اصل قرآن موجودہ قرآن سے تین گنا بڑا ہے (حضرت امام جعفر صادق)

عن أبی عبدالله علیه السلام قال إن القرآن الذی جاء به جبرئیل علیه السلام إلی محمد صلی الله علیه و آله سبعة عشر ألف آیة

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ وہ قرآن جسے جبرئیل علیہ السلام لے کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے رہے وہ سترہ ہزار آیات پر مشتمل تھا۔

(اصول کافی، ج دوم ص ۶۳۴، کتاب فضل القرآن باب النوادر مطبوعہ تہران) (اصول کافی مطبوعہ نولکشور ص ۲۷۱)

بقولِ شیعہ قرآن کا تیسرا حصہ اہل بیت کی شان میں تھا (حضرت علی)

عن الاصبغ بن نباته قال سمعت أمير المؤمنين عليه السلام يقول نزل القرآن أثلاثا ثلث فينا دفي عدونا، وثلث سنن و أمثال، وثلث فرائض و أحكام

ترجمہ: ابن نباتہ کا کہنا ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک تین اجزاء اور حصوں پر اترا تھا ایک تہائی حصہ ہم اہل بیت اور ہمارے دشمنوں کے بارے میں تھا۔ ایک تہائی پہلی امتوں کے واقعات اور مثالوں پر مشتمل تھا اور باقی ماندہ تیسرے حصہ میں فرائض واحکام تھے

(اصول کافی جلد دوم صفحہ ۶۲۷، کتاب فضل القرآن باب النوادر مطبوعہ تہران طبع جدید)

تبصرہ: موجودہ قرآن کریم میں جیسا کہ ہر مسلمان اس سے بخوبی آگاہ ہے چند گنتی کی آیات ایسی ہیں جن میں شامل اہل بیت مذکور ہے اُدھر اہل تشیع کا عقیدہ یہ ہے کہ پورے قرآن کا ایک تہائی حصہ شانِ اہل بیت میں اترا تھا تو سوال کیا جاسکتا ہے ان چند آیات کو چھوڑ کر بقیہ حصہ کدھر گیا تو یہی جواب ہوگا اُسے موجودہ قرآن سے نکال دیا گیا ہے اور اس روایت سے وہ ثابت بھی یہی کرنا چاہتے ہیں اسی لئے ہم نے اسے تحریف قرآن کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ رہی یہ بات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کہی جیسا کہ اس روایت میں منسوب ہے تو حاشا وکلا باب مدینۃ العلم رضی اللہ عنہ اس سے بری ہیں۔ اس طرح ان کے ساتھ محبت کے دعویداروں نے وہ سلوک کیا جو یہود ونصاریٰ سے بھی نہ ہوسکا۔ توہین اہل بیت تو اس روایت سے بالکل عیاں ہے لیکن اس کے ساتھ اہانت قرآن کریم بھی موجود ہے۔

اصلی قرآن امام مہدی لائیں گے اور وہی اس کی تلاوت بھی کریں گے (امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ)

عن سالم بن سلمة قال قرأ رجل على أبي عبد الله عليه السلام و أنا أسمع حروفا من القرآن ليس على ما يقرؤها الناس، فقال ابو عبد الله عليه السلام كف عن هذه القراءة اقرأ كما يقرأ الناس حتى يقوم القائم فإذا قام القائم عليه السلام قرأ كتاب الله عز و جل على حده وأخرج المصحف الذى كتبه على عليه السلام و قال أخرجه على عليه السلام إلى الناس حين فرغ منه و كتبه فقال لهم هذا كتاب الله عز و جل كما أنزله (الله) على محمد صلى الله عليه

و آله وقد جمعته من اللوحين فقالوا هو ذا عندنا مصحف جامع فيه القرآن لا حاجة لنا فيه، فقال أما والله ما ترونه بعد يومكم هذا أبدا، إنما كان علي أن اخبركم حين جمعته لتقرؤوه

سالم بنی سلمہ سے روایت ہے ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو قرآن سنایا میں نے بھی وہ قرآنی حروف سنے لیکن وہ عام لوگوں میں پڑھے جانے والے الفاظ قرآن سے مختلف تھے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اُسے فرمایا اس قرأت سے باز رہو اور امام قائم کے ظہور تک اسی طرح قرآن پڑھو جس طرح دیگر لوگ پڑھتے ہیں پھر جب امام قائم آئیں گے وہ قرآن کو ٹھیک سے پڑھیں گے اور اس قرآنی نسخہ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کریں گے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا تھا۔ امام موصوف نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جب وہ نسخہ تحریر کر لیا اور اس کی کتابت سے فراغت پائی تو آپ نے لوگوں سے فرمایا یہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب جس کو اس نے اپنے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا۔ میں نے اُسے دو تختیوں میں جمع فرمایا لوگوں نے یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اترنے والا قرآن تو یہ ہمارے پاس ہے اور ۱۳۱۷ صحیفہ میں ہے ہمیں تمہارے جمع کردہ قرآن کی کوئی ضرورت نہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنا تو فرمایا خدا کی قسم اس دن کے بعد ہمیشہ کے لئے تم اس قرآن کو نہ دیکھ سکو گے جو میرے پاس ہے مجھ پر یہ لازم تھا کہ جمع کرنے کے بعد تم کو ۱۳۱۷ کی اطلاع کرتا تا کہ تم اُسے پڑھتے (سو میں نے اطلاع کر دی)

(اصول کافی جلد دوم صفحہ ۶۳۳، کتاب فضل القرآن باب النوادر مطبوعہ تہران طبع جدید) (اصول کافی طبع قدیم مطبوعہ نولکشور صفحہ ۶۷۱) (انوارِ نعمانیہ جلد دوم، صفحہ ۳۶۴، نور فی الصلوٰۃ مطبوعہ تبریز طبع جدید)

موجود قرآن سے پوری سورت (ولایت) غائب:

هم چنان سورۂ تامه کامله که موسوم است بسورة الولاية قائلین می نو بسند که از قرآن تحریف کرده اند چنانچه شیخ محمد بن علی ابن شهر آشوب مازندرانی در کتاب "المثالب" آورده است۔ "انهم اسقطوا من القران تمام سورة الولاية" یعنی ایشان تمام سورۂ ولایت را از قرآن مجید ساقط کرده اند و نیز روایات متضمن سورة احزاب اس که

درزمان کرامت نشان سرور انس وجان برابر سورة بقره بودد مالا زیاده از هفتا دو سر آیات در آں نیست

اسی طرح ایک مکمل سورت جو کہ سورۃ الولایت کے نام سے مشہور تھی تحریف کے قائلین کہتے ہیں کہ اس سورۃ کو قرآن سے تحریف کر کے نکال دیا گیا ہے جیسا کہ شیخ محمد بن علی ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب "المثالب" میں لکھا ہے۔ ان منافقین نے سورۃ ولایت مکمل طور پر قرآن سے نکال دی ہے نیز سورۂ احزاب کے متعلق وہ روایات بھی تحریف قرآن کی تائید کرتی ہیں جن میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دورِ اقدس میں یہ سورۃ "سورۃ البقرہ" کے برابر تھی اور اب اس میں تہتر آیات سے زیادہ آیات نہیں ہیں۔ (تفسیر لوامع التنزیل پارہ چودھواں صفحہ ۱۶، مطبوعہ لاہور)

تمام علماء امامیہ کا عقیدہ

واعلم ان الاحادیث الغیر المعصورة تدل علی هذا لامور المذکورة بل اکثرها مما هو مجمع علیه عند علمائنا الا مامیین وقد نص علی حقیقها بل کون جلها من ضروریات هذاالمذهب۔

ترجمہ: تمہیں اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ ان مذکورہ امور (قرآن کریم کے محرف اور نامکمل ہونے) پر لاتعداد احادیث دلالت کرتی ہیں بلکہ ان میں اکثر ہر شیعہ امامی علماء کا اجماع ہے اور ان کے حق ہونے پر نص کی گئی ہے بلکہ یہ بات تو شیعہ مذہب کی ضروریاتِ دینیہ میں سے ہے۔ (تفسیر مراۃ الانوار، ج اول، ص ۱۹)

جب تحریف قرآن روایات متواترہ متکاثرہ سے ان کے ہاں ثابت اور محقق ہے اور یہ ان کے ضروریات دینیہ میں سے ایک امر ہے تو اس کا لازماً نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ جو شیعہ قرآن کریم کی تحریف کا منکر ہو تو ان کے نزدیک دائرۂ اسلام سے خارج ہے یہ صرف زبانی بات نہیں بلکہ اہل تشیع اس کی بھی صراحت کر چکے ہیں۔

حضرت امام زہری کی روایات اوران کا جائزہ

قسط سوم
مناظر اہلسنت وکیل صحابہ مولانا محمد علی رضوی

ناراضگی بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی روایت اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا ادراج:

صحابہ اور اہل بیت میں کشیدگی ثابت کرنے کے لیے شیعوں کی طرف سے ناراضگی بنت رسول والی روایت کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے اور یہ لوگ اپنی تئیں اسے اپنی سب سے بڑی دلیل سمجھتے ہیں ہم یہاں مکمل روایت اور اسکی وضاحت نقل کرتے ہیں

حدثنا عبداللہ بن محمد حدثنا ھشام اخبرنا معمر عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ ان فاطمۃ والعباس اتیا ابا بکر یلتمسان میراثھما من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وھما حیئذ یطلبان ارضیھما من فدک وسھمھما من خیبر فقال لھما ابو بکر سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لا نورث ماترکنا صدقۃ انما یاکل ال محمد من ھذا المال قال ابو بکر واللہ لا ادع امرا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یصنعہٗ فیہ الا صنعتہٗ قال فھجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہٗ حتیٰ ماتت

(بخاری شریف ج ۳، ص ۲۰۳ کتاب الفرائض باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لانورث ماترکنا صدقۃ)

عروہ بن زبیر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں حضرت فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث مانگنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ دونوں فدک کی زمین اور خیبر کی زمین سے اپنا حصہ مانگتے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا بلکہ جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے بیشک آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب بھی اسی مال میں سے کھائیں گے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں کوئی کام نہ چھوڑوں گا بلکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس طرح کرتے ہوئے دیکھا اسی طرح

کر دہ راوی کا بیان ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انکو چھوڑ دیا اور تادم وصال ان سے کلام نہیں کیا۔

توضیح "فھجرتہ فاطمۃ فلم تکلمہ حتیٰ ماتت" تک بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کلام نہیں بلکہ زھری کا مدرج ل ہے جو کہ لائق حجت نہیں اگر بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کلام ہوتا تو قال صیغہ واحد مذکر کی بجائے قالت و حد مونث کا صیغہ استعمال ہوتا جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کلام راوی ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے وضاحت کر چکے ہیں کہ حضرت امام زھری رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ وہ اپنے کلام کو حدیث کیساتھ ملا دیتے تھے جس سے سننے والوں کو غلطی ہو جاتی تھی یہی وجہ ہے امام زھری رحمۃ اللہ علیہ کے بعض شاگردوں نے امام زھری رحمۃ اللہ علیہ کے ملائے ہوئے کلام کو غلط فہمی سے روایت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حصہ سمجھ لیا اور اسے بھی "قال" کی تصریح کیے بغیر ذکر کر دیا مگر جن راویوں نے اسے بخوبی یاد رکھا انہوں نے قال کی تصریح ذکر کی ہے۔

حضرت امام زھری کے شاگرد معمر کی روایت

حوالہ نمبر ۱:۔ امام بیہقی نے "فغضبت فاطمۃ وھجرتہ فلم تکلمہ حتی ماتت" والے الفاظ کو معمر عن الزھری عن عروۃ عن عائشہ رضی اللہ عنہا کی سند سے قال کی تصریح کیساتھ ذکر کیا ہے

(السنن الکبریٰ بیھقی، ج ۶، ص ۳۰۰)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کلام زھری ہے۔

حوالہ نمبر ۲:۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بخاری شریف میں ان الفاظ کو معمر عن الزھری عن عائشہ کی سند کیساتھ بیان کیا ہے جس میں لفظ قال کی تصریح موجود ہے

(بخاری شریف جلد ۳، صفحہ ۲۰۳ کتاب الفرائض باب قول النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لا نورث ماترکنا صدقۃ)

حوالہ نمبر ۳:۔ امام عبدالرزاق صنعانی نے مصنف عبدالرزاق میں اس روایت کو معمر عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ کی سند کیساتھ ذکر کیا ہے اس میں بھی قال کی تصریح موجود ہے

(مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۵۵، مستخرج ابو عوانہ ج ۷، ص ۲۱۵، السنن الکبریٰ بیھقی ج ۲ ص ۲۹۷)

حوالہ نمبر ۴:۔ امام ابوزید عمر بن شبہ نے اپنی کتاب تاریخ المدینۃ المنورۃ میں اس روایت کو عن معمر عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنھا کی سند کیساتھ ذکر کیا ہے اس میں بھی قال کی

تصریح موجود ہے (تاریخ المدینۃ المنورۃ ج۱،ص ۱۹۷)

حوالہ نمبر ۵:۔علامہ طبری نے تاریخ طبری میں اسے معمرعن الزھری عن عروۃ کے طریق کیساتھ ذکر کیا اس میں بھی قال کی تصریح موجود ہے۔(تاریخ طبری ج۹،ص ۳۵)

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ امام زہری کے شاگرد معمر کی روایت میں لفظ قال کی تصریح موجود ہے

امام زھری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عقیل کی روایت

حضرت امام زھری رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے شاگرد عقیل کی روایت میں اختلاف پایا جاتا ہے کبھی وہ راوی کے اس مدرج کلام کو قال کی تصریح کیساتھ اور کبھی بلا تصریح ذکر کرتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۶:۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام زھری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد عقیل کی روایت کو حدثنا یحییٰ بن بکیر حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شھاب عن عروۃ عن عائشۃ کی سند کیساتھ ذکر کیا ہے اس میں قال کی تصریح موجود نہیں (صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۱۵۰، باب غزوہ خیبر)

حوالہ نمبر ۷:۔مگر امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عقیل کی روایت حدثنی محمد بن رافع اخبرنا حجین حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شھاب عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ کی سند کیساتھ ذکر کی ہے اس میں قال کی تصریح موجود ہے

(صحیح مسلم شریف ج ۲ ص ۳۱۰، باب لانورث ماترکنا فھو صدقۃ)

امام زھری کے شاگرد حضرت صالح بن کیسان کی روایت

اسی طرح امام زھری رحمۃ اللہ علیہ کے تیسرے شاگرد حضرت صالح بن کیسان کی روایات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کبھی وہ قال کی تصریح بیان کرتے ہیں اور کبھی بیان نہیں کرتے۔

حوالہ نمبر ۸:۔حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صالح کی روایت کو ابراھیم بن سعد عن صالح عن ابن شھاب قال اخبرنی عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ کی سند کیساتھ ذکر کیا ہے مگر اس میں قال کی تصریح نہیں پائی جاتی۔(صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۲۰۵، باب فرض الخمس بیروت)

حوالہ نمبر ۹:۔حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت صالح کی روایت حدثنا یعقوب وھو ابن ابراھیم بن

سعد حدثنا ابی عن صالح عن ابن شهاب اخبرنا عروة بن الزبير عن عائشة کی سند کیساتھ ذکر کی ہے اس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کے الفاظ سرے سے موجود ہی نہیں البتہ وعاشت بعد رسول صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم ستة اشهر سے لیکر فهی علی ذلک الی الیوم تک قال کی تصریح کیساتھ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا مدرج کلام موجود ہے

حضرت امام زھری کے شاگرد شعیب بن ابی حمزہ کی روایت

حضرت امام زھری رحمۃ اللہ علیہ کے چوتھے شاگرد شعیب بن ابی حمزہ کی روایات میں تعارض واختلاف پایا جاتا ہے کبھی راویانِ حدیث ان سے قال کی تصریح کے بغیر اس واقعہ کو نقل کرتے ہیں اور کبھی نقل نہیں کرتے۔

حوالہ نمبر ۱۰:۔ امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے شعیب بن ابی حمزہ کی روایت حدثنا ابی عن شعیب بن ابی حمزہ عن الزهری قال حدثنی عروة بن الزبير کی سند کیساتھ ذکر کی ہے مگر اس میں قال کی تصریح موجود نہیں۔ (صحیح ابن حبان ج ۳، ص ۱۰۸، وفی نسخۃ، ج ۱۱، ص ۱۵۳، ۱۵۲)

حوالہ نمبر ۱۱:۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام زھری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد شعیب بن ابی حمزہ کی روایت حدثنا ابو الیمان اخبرنا شعیب عن الزهری قال حدثنی عروة بن الزبير عن عائشة کی سند کے ساتھ ذکر کی ہے اس میں یہ الفاظ موجود ہی نہیں۔

(صحیح بخاری شریف، کتاب المناقب، باب قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ومنقبۃ فاطمۃ)

خلاصہ کلام:

امام زھری رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ چار شاگردوں نے ان الفاظ سے اس روایت کو بیان کیا ہے جن میں سے عقیل، صالح بن کیسان اور شعیب بن ابی حمزہ کی روایتوں میں اختلاف وتعارض پایا جاتا ہے ان کی بعض روایتوں میں مدرج کلام کی تصریح ہے اور بعض میں تصریح نہیں جبکہ امام زھری رحمۃ اللہ علیہ کے پختہ شاگرد معمر کی روایت میں تعارض واختلاف نہیں یعنی ان کی بیان کردہ روایات میں قال کی تصریح موجود ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ناراضگی بنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا واقعہ اس روایت کے راوی زھری کا مدرج کلام ہے حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نہیں۔

معمر کے بارے حضرت یحییٰ بن معین کا قول

حوالہ نمبر ۱۲:۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ وقال یحیی بن معین ہو من اثبت الناس فی الزھوی حضرت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ معمر زہری کی حدیث میں سب سے زیادہ مضبوط ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱ ص ۹۰ تذکرہ معمر بن راشد)

حوالہ نمبر ۱۳:۔ علامہ دارمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قال سألت یحیی بن معین قلت ابن عیینة احب الیک فی الزھری او معمر قال معمر قلت معمر احب الیک او صالح بن کیسان قال معمر احب الیّ قلت فمعمر احب الیک او یونس قال معمر میں نے حضرت یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ زہری کی روایات میں آپ کو ابن عیینہ زیادہ پسند ہے یا معمر؟ آپ نے فرمایا معمر پھر میں نے پوچھا کہ معمر زیادہ پسند یا صالح بن کیسان؟ آپ نے فرمایا معمر زیادہ پسند ہے پھر میں نے پوچھا کہ یونس زیادہ پسند ہے یا معمر؟ آپ نے فرمایا معمر زیادہ پسندیدہ ہے۔

(الجرح والتعدیل، ج ۸، ص ۲۵۷ تذکرہ معمر بن راشد)

معمر کے مقابلہ میں صالح بن کیسان کی روایات، صالح بن کیسان کے مقابلہ میں معمر کی روایات کو محدثین نے ترجیح دی ہے،

علامہ دارمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قلت فمعمر احب الیک ام صالح بن کیسان قال معمر احب الیّ و صالح ثقة (تاریخ دمشق ج ۲۳، ص ۳۰۷، تذکرہ معمر بن راشد)

میں نے یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ زہری کی روایات میں آپکو صالح بن کیسان زیادہ پسند ہے یا معمر آپ نے ارشاد فرمایا صالح بن کیسان بھی ثقہ ہے لیکن معمر زیادہ پسند ہے

معمر کے مقابلہ میں لیث بن سعد کی روایات

حضرت یعقوب بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ اللیث بن سعد ہو ثقة وھو دونھم یعنی مالکاً ومعمر أو سفیان بن عیینة فی الزھری وفی حدیثه عن الزھری بعض الاضطراب

لیث بن سعد ثقہ ہیں مگر حدیث زہری میں امام مالک، معمر اور سفیان بن عیینہ کے ہم پلہ نہیں بلکہ ان سے

کم ہیں ان کی زہری سے مروی روایات میں کچھ اضطراب پایا جاتا ہے

(تہذیب التہذیب ج ۸، ص ۴۱۴) (تہذیب الکمال ج ۲۴، ص ۲۶۴) (سیر اعلام النبلاء، ج ۸، ص ۱۵۵) (تاریخ ابن عساکر، ج ۵۰، ص ۳۶۴، تذکرہ لیث بن سعد)

معمر کے مقابلہ میں شعیب بن ابی حمزہ اور عقیل کی روایات

علامہ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں کہ وقال ابراھیم بن جنید سئل یحیی بن معین وانا اسمع من اثبت الناس فی الزھری قال مالک ثم معمر ثم عقیل ثم یونس ثم شعیب والاوزاعی والزبیدی وابن عیینۃ وکل ھؤ الاء ثقات (شرح علل الترمذی، ج ۱، ص ۱۹۱)

ابراھیم بن الجنید ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا اور میں سن رہا تھا کہ امام زھری کے شاگردوں میں سے زیادہ مضبوط کون ہے آپ نے فرمایا پہلے امام مالک پھر معمر، پھر عقیل، پھر یونس، پھر شعیب اور اوزاعی، زبیدی، ابن عیینہ اور یہ سارے ہی ثقہ ہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ولیس ھم مثل معمر یونس، عقیل اور شعیب بن ابی حمزہ معمر جیسے نہیں۔ (کتاب العلل، لامام احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۲۴۹)

ان حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ امام زھری کے ان چار شاگردوں میں معمر بن راشد سب سے زیادہ مضبوط ہیں لہٰذا معمر بن راشد کی روایت کو ترجیح ہوگی جس میں صیغہ واحد مذکر غائب قال کی واضح تصریح موجود ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ راوی کا مدرج قول ہے۔

بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کلام نہیں چونکہ راوی اس واقعہ کے وقت موجود نہیں تھا اس لئے اسکے مدرج کلام میں انقطاع پایا جاتا ہے لہٰذا قابلِ حجت نہیں۔

ان الفاظ کے کلام راوی ہونے کے متعلق شیعہ محدث کی گواہی:

مذہب شیعہ کا زبردست محدث ابوبکر الجوھری اپنی سند سے اس روایت کو بیان کرتا ہے کہ قال ابوبکر واخبرنا ابو زید قال اسحق بن ادریس قال حدثنا محمد بن احمد عن معمر عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ ان فاطمہ والعباس اتیا ابا بکر یلتمسان میر اثھما من رسول اللہ وھما حیئذ

یطلبان ارضه بفدک و سهمه بخیبر فقال لهما ابو بکر انی سمعت رسول الله ﷺ لا نورث ماتر کنا صدقة انما یأکل أل محمد من هذ المال وانی والله لا اغیر امراً رأیت رسول الله ﷺ یصنعه الا صنعته قال فهجرته فاطمة فلم تکلمهٔ حتیٰ ماتت (شرح نہج البلاغہ لابن الحدید، ج ۸، ص ۹)

حضرت بی بی فاطمہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث مانگنے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور وہ دونوں فدک کی زمین اور خیبر کی زمین سے اپنا حصہ مانگ رہے تھے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا بلکہ جو ہم چھوڑیں وہ صدقہ ہوتا ہے بیشک آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اب بھی اسی مال میں سے کھائیں گے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم میں کسی کام میں کوئی تبدیلی نہ کروں گا بلکہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے اسی طرح کرونگا راوی نے کہا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انکو چھوڑ دیا اور تادم وصال ان سے کلام نہیں کیا۔

قارئین کرام:۔

شیعہ محدث کی بیان کردہ روایت میں بھی قال صیغہ واحد مذکر غائب موجود ہے جس سے واضح طور پر عیاں ہوتا ہے کہ یہ کلام راوی ہے بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول نہیں

شیعہ محدث احمد بن عبدالعزیز الجوھری کی توثیق

شیعہ عالم ابن داؤد الحلی نے جوھری کو ثقہ محدث میں شمار کیا ہے (کتاب الرجال صفحہ ۳۸، القسم الاول) ابن داؤد معتمد وموثق راویوں کی قسم اول میں ذکر کرتا ہے۔

عبداللہ مامقانی نے لکھا ہے کہ و ظاهر عد العلامه فی الخلاصه و ابن داؤد ایاه فی القسم الاول هو کونه من المعتمدین ولا شبهة فی کونی الرجل امامیاً (تنقیح المقال، ج ۱، ص ۶۶، ذکر احمد بن عبدالواحد ابن عبدون) علامہ کا خلاصہ میں اور ابن داؤد کا قسم اول میں ذکر کرنے سے راوی کا معتمد ہونا ظاہر ہوتا ہے اور راوی کے امامی ہونے میں تو کوئی شبہ ہی نہیں۔

شیخ طوسی نے عبدلعزیز الجوھری کو فہرست طوسی میں ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو (الفہرست للطوسی، ج ۱، ص ۳۶)

شیعہ عالم مامقانی نے لکھا ہے کہ قال الظاهر ان جميع ما ذكره الشيخ في الفهرست من الشيعة الامامية الا من نص عليه على خلاف ذالک

(تنقيح المقال، ج۱،ص ۲۰۵، الفائدة التاسعة عشرة)

ظاہر یہی ہے کہ شیخ طوسی فہرست میں شیعہ امامیہ کو ہی ذکر کرتا ہے مگر جبکہ اس کے برخلاف وضاحت کرے

شیعہ عالم ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں جوھری کو ذکر کیا ہے ملاحظہ ہو(معالم العلماء، ج۱،ص ۴۷)

ابن شہر آشوب نے اپنی کتاب کے لئے وضاحت کی ہے کہ

هذا كتاب معالم العلماء في فهرست كتب الشيعه و اسماء المصنفين قديماً و حديثاً

(مقدمہ معالم العلماء، ج۱،ص۱)

میری یہ تصنیف معالم العلماء شیعہ کتب کی تصنیف اوران کے مصنفین کے بارے میں ہے

اس حوالے سے ظاہر ہے کہ احمد بن عبدالعزیز الجوھری شیعہ امامی عالم ہے اسی لئے ابن شہر آشوب نے معالم العلماء میں اس کا ذکر کیا ہے

شارح بخاری علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی گواہی

شارح صحیح بخاری علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ بھی ان الفاظ کو راوی کا گمان سمجھتے ہیں آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ وانما لازمت بيتها فعبر الراوی عن ذالک بالهجران (عمدہ القاری، ج ۲۲،ص ۲۱۰، باب فرض الخمس)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں ہی رہنے کو لازم کرلیا اس عمل کو راوی نے ھجران سے تعبیر کیا ہے

علاوہ ازیں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ھجران محرم تو تب ہوتا جب حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک دوسرے کو سلام نہ کیا ہو اور جب ایسی کوئی بات ہی نہیں تو اسے ھجران محرم بھی قرار نہیں دیا جاسکتا، اس حوالہ سے صاف ظاہر ہے کہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ناراضگی بنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا جملہ گمان راوی ہے بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کلام نہیں اور یہ جملہ عقل ونقل کی روشنی میں بھی درست نہیں۔

فلم تکلمہ کا صحیح مطلب

اس روایت میں وارد لفظ فلم تکلمہ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حدیث لانورث ماترکنا صدقۃ سننے کے بعد اس معاملہ میں دوبارہ گفتگو نہیں کی۔

امام ابن شبہ النمیری نے تاریخ المدینہ المنورہ میں مذکورہ روایت کو حدثنا اسحق بن ادریس قال حدثنا محمد بن ثور عن الزہری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا کی سند کیساتھ ذکر کیا ہے اس میں منقولہ بالا جملہ درج ذیل عبارت کیساتھ مروی ہے۔

حوالہ: قال فھجرتہ فاطمۃ رضی اللہ تعالی عنہا فلم تکلمہ فی ذالک المال حتی ماتت

(تاریخ المدینہ المنورہ، ج۱، ص۱۹۷)

راوی کہتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے انکو چھوڑ دیا اور تادم وصال اس مال کے بارے میں دوبارہ ان سے گفتگو نہیں فرمائی

اس روایت سے ظاہر ہے کہ روای کے قول فلم تکلمہ کا صحیح مطلب یہ ہے کہ آپ نے اس مال کے بارے میں گفتگو کرنا بند کردی تھی، یہ نہیں کہ آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بالکل کلام کرنا ہی بند کردیا ہو جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی واضح حدیث موجود ہے کہ

ولا یحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق ثلث لیال (بخاری شریف، ج۳، ص۵۹، باب الھجرت)

کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ تین دن سے زائد اپنے بھائی سے قطع تعلق روا رکھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے صریح فرمان کے ہوتے ہوئے یہ کیسے ممکن ہے کہ بی بی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے تادم وصال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے قطع تعلق روا رکھا ہو۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا فیصلۂ صدیق اکبر پر راضی ہونا

زھری کے اس مدرج قول کے مقابلہ میں حضرت امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح مرسل روایت موجود ہے جس میں یہ تصریح موجود ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرلیا تھا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ عن الشعبی قال لما مرضت فاطمۃ اتاھا ابو بکر الصدیق

فاستأذن علیها فقال علی یا فاطمة هذا ابو بکر یستأذن علیک فقالت استحب ان اذن له قال نعم فأذنت له فدخل علیها یترضها و قال و الله ما ترکت الدار و المال و الاهل و العشیرة الا ابتغاء مرضاة الله و مرضاة رسوله و مرضاتکم اهل البیت ثم ترضاها حتی رضیت

(السنن الکبریٰ، ج ۶، ۳۰۱ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۲۷ کتاب الاعتقاد ۱۸)

جب جناب سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انکے پاس آئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں حضرت فاطمہ نے کہا آپ کو پسند ہو تو میں انکو اندر آنے کی اجازت دے دوں حضرت علی المرتضیٰ نے کہا مجھے پسند ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر آئے اور انہیں راضی کرنے لگے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم، اللہ تعالیٰ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اے اہل بیت رسول تمہاری خوشنودی کے لئے ہم نے اپنا گھر مال دولت اور عزیز و اقارب کو چھوڑا پھر اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرتے رہے یہاں تک بی بی فاطمۃ الزہریٰ رضی اللہ عنہا راضی ہو گئیں

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی اس مرسل روایت کی صحت

حوالہ نمبر ۱:۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

وهو ان کان مرسلاً فاسناده الی الشعبی صحیح وبه یزول الاشکال فی جواز تماد فاطمة علی هجر ابی بکر (فتح الباری، ج ۶، ص ۲۰۲، باب فرض الخمس)

یہ روایت اگرچہ مرسل ہے مگر امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ تک اسکی سند صحیح ہے اس روایت سے حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہمیشہ کے لئے قطع تعلقی والا استدلال زائل ہو جاتا ہے۔

حوالہ نمبر ۲:۔ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں

هذا قوی جید یہ مضبوط جید روایت ہے (عمدہ القاری، ج ۲۲، ص ۲۱۰)

حوالہ نمبر ۳:۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

هذا مرسل حسن باسناد صحیح یہ مرسل صحیح سند کیساتھ بہتر ہے (بیہقی شریف، ج ۶، ص ۳۰۱)

حوالہ ۴:۔علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ

وھذا اسناد جید قوی اس روایت کی سند جید اور قوی ہے (البدایہ والنہایہ، ج ۵، ص ۳۱۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگنے کا نقطہ

امام ذھبی رحمۃ اللہ علیہ امام شعبی کی اس روایت کو اپنی شہرہ آفاق کتاب سیر اعلام النبلاء میں ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ قلت عملت السنۃ رضی اللہ تعالی عنہ فلم تأذن فی بیتھا الا بامرہ (سیر اعلام النبلاء، ج ۲، ص ۱۲۱ تذکرہ بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

خلاصہ:

بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو گھر میں اندر آنے کے بارے میں حضرت علی سے اجازت چاہی اس میں یہ نقطہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے سنت پر عمل کیا اور اپنے شوہر کے گھر میں انکو آنے کی اجازت نہ دی مگر اپنے شوہر کے حکم سے۔

نوٹ: امام زھری رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سنہ ۵۰ھ میں اور جبکہ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سنہ ۱۷ھ میں ہوئی (تذکرۃ الحفاظ، ص ۱۰۳، ۸۸، تذکرہ امام زھری وامام شعبی)

اس لحاظ سے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ امام زھری سے ۳۳ سال بڑے ہیں آپ نے ۵۰۰ صحابہ سے ملاقات کی ہے (تذکرہ الحفاظ، ج ۱، ص ۸۲)

آپ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے استاد ہیں امام شعبی کی مرسل روایات صحیح ہوتی ہیں آپ صحیح حدیث کے علاوہ کسی حدیث کو موسل بیان نہیں کرتے، (تذکرہ الحفاظ ص ۸۲ تذکرہ امام شعبی)

اس لحاظ سے بھی زھری کے مدرج قول کی بنسبت رضا مندی بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا والی امام شعبی کی مرسل روایت کو راجح مانا جائیگا، خود شیعہ کتب میں بھی موجود ہے کہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا فیصلہ صدیقی پر راضی ہوگئی تھیں۔

رضامندی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا از کتب شیعہ

شیعہ مذہب کے چوٹی کے عالم ابن میثم بحرانی نے لکھا ہے کہ وذالک ان لک مالابیک کان

رسول اللہ ﷺ یأخذمن فدک قوتکم ویقسم الباقی ویحمل منہ فی سبیل اللہ ولک علی اللہ ان اصنع بھا کما کان یصنع فرضیت بذالک واخذت العھدعلیہ بہ وکان یاخذ غلتھا فیدفع الیھم منھامایکفیھم ثم فعلت الخلفاء بعدہ کذالک

(شرح نہج البلاغۃ، لابن میثم، ج۵، ص۱۰۷، زیر خط ۴۴)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے فاطمہ آپ کے لئے وہ کچھ ہے جو آپ کے والد کا تھا حضور ﷺ فدک کی آمدنی سے تمہاری خوراک کا اہتمام فرماتے تھے اور باقی ماندہ کو تقسیم فرما دیتے اور راہ خدا میں خیرات بھی کرتے تھے میں حلفاً کہتا ہوں میں اسی طرح تم سے اچھا سلوک کروں گا جس طرح حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس پر راضی ہوگئیں اور اسپر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عہد لیا گیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کرتے اور اہل بیت کو ان کی ضرورت کے مطابق عطا فرماتے تھے اسکے بعد بھی خلفاء اس طرح کرتے رہے۔

شیعہ عالم کی گواہی سے بھی ثابت ہوا کہ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا فیصلہ صدیقی پر راضی ہوگئیں تھیں اور کسی قسم کی رنجش انکے دل میں نہ تھی آپ کی ناراضگی والا واقعہ راویان حدیث کی غلط فہمی کا نتیجہ ہے

ڈھکو کا لایعنی اعتراض اور اسکا ردِ بلیغ

یہ روایت شیر اسلام علامہ کرم الدین دبیر علیہ رحمۃ اللہ القدیر نے ''آفتابِ ہدایت'' میں بھی نقل کی ہے اس پر اعتراض کرتے ہوئے شیعہ ذاکر محمد حسین ڈھکو نے لکھا ہے کہ:

مؤلف نے تمام تاریخی مسلمات سے آنکھیں بند کر کے شاہ عبدالعزیز دہلوی کی تقلید کرتے ہوئے کسی مجہول المصنف اور مجہول الحال کتاب مسمٰی بہ مجاج السالکین سے ایک روایت نقل کی ہے کہ جناب سیدہ راضی ہوگئی تھیں سچ ہے الغریق یتشبث بکل حشیش غالباً سب سے پہلے اس افتراء پردازی کا سہرا محدث دہلوی نے اپنے سر پر باندھا پھر بعد والے مصنفینِ اہلسنت نے بِلا سوچ سمجھے اسے نقل کرنا شروع کر دیا حالانکہ اس نام کی کسی کتاب کا وجود موصوف کے نہاں خانۂ دماغ میں ہو تو ہو ورنہ اور تو کہیں اس کا نام ونشان بھی موجود نہیں اور اگر بالفرض ہو بھی تو تمام کتب معتبرہ اور تاریخی مسلمہ واقعات کو نظر

انداز کر کے صرف اس مرسل ومقطوع روایت کو کس طرح آنکھیں بند کر کے تسلیم کیا جاسکتا ہے
(تجلیات صداقت، ج ۲،ص ۴۸۳، ناشر عباس بک ایجنسی، رستم نگر لکھنؤ)

الجواب: ڈھکو صاحب کا مطالعہ انتہائی قلیل ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ اپنے آپ کو وسیع المطالعہ سمجھتے ہیں اور اپنے آپکو علامہ فہامہ کہلوا کر پھولے نہیں سماتے ورنہ انکے مطالعہ اور تحقیق کی حقیقت فقط اتنی ہے کہ

مریدوں سے سنتے تھے شیخ کی بزرگی　　جا کے دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

ڈھکو صاحب! غصہ تھو کیے اور اپنے دماغ کے نہاں خانہ کے دریچے کھول کر بگوش ہوش سنئے کہ مصباح السالکین شرح ابن میثم ہی کا دوسرا نام ہے شیعہ عالم آقا بزرگ تہرانی نے لکھا ہے کہ هو اسم لشرح الكبير لابن ميثم (الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، ج ۲۶،ص ۱۲۳)

مصباح السالکین ابن میثم کی بڑی شرح کا نام ہے

تحفہ اثنا عشریہ میں کاتب نے غلطی سے مصباح السالکین کے بجائے مجاج السالکین لکھ دیا ہے اسی طرح کاتب نے راوندی کی کتاب الخرائج والجرائح کو تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۰۷، طبع ترکی (ہفوات شیعہ روایت چہارم) میں مرائح الحوائج اور ص ۲۲۶ پر البحرائج والحوائج (تحفہ اثنا عشریہ طبع ترکی ص ۲۲۶ ذکر کتابہائے امامیہ) لکھا ہے جبکہ کتب خانہ اشاعت اسلام مٹیا محل دہلی سے شائع شدہ (تحفہ اثنا عشریہ ص ۳۶۱، ہفوات شیعہ روایت چہارم) میں اسی کتاب کو صرائح الحوائج اور ص ۱۱۲ پر الجرائح والھرائج لکھا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ کتابت کی غلطیاں ہیں، اور فن تصنیف وتالیف سے شغف رکھنے والے حضرات کاتبوں کی ستم ظریفیوں کو بخوبی جانتے ہیں کاتب کی غلطی کو بنیاد بنا کر اس کا الزام سراج اہل سنت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دھلوی رحمۃ اللہ علیہ پر عائد کرنا درست نہیں

شیعہ علماء نے تو حوالے بھی جھوٹے دیئے ہیں

مشہور شیعہ عالم آیۃ اللہ الخوئی نے لکھا ہے کہ وقال المحقق فی المعتبر فی مسألة مالو ماتت ذمية حاملاًمن مسلم هو ضعيف جداً ما ذكره النجاشي في كتاب المصنفين و الشيخ اقول الظاهر ان المحقق قدسها فيما حكاه فانه لا يوجد ذالك في كتاب النجاشي ولا في كتاب

الشیخ ومن الغریب انہ لم یتعرض لہ العلامہ وابن داؤد والمیرزا والتفریشی والمولیٰ شیخ عنایت اللہ (معجم رجال الحدیث، ج ۲، ص ۴۱، تذکرہ احمد بن ہاشم)

محقق حلی نے کتاب المعتبر میں لوماتت ذمیة حاملاً من مسلم والے مسئلہ میں لکھا ہے کہ یہ روایت سخت ضعیف ہے جیسا کہ نجاشی نے کتاب المصنفین میں اور شیخ طوسی نے لکھا ہے میں شیخ ابوالقاسم الخوئی کہتا ہوں کہ محقق حلی سے غلطی ہوئی ہے کیونکہ یہ بات نجاشی اور شیخ طوسی کی کتابوں میں نہیں ہے اور حیرت تو یہ ہے کہ علامہ ابن داوٗد، میرزا اور تفریشی اور مولیٰ شیخ عنایت اللہ نے بھی محقق حلی کی غلطی کا تعرض نہیں کیا۔

اب ڈھکو کو چاہئے کہ ان شیعہ علماء کے لیے بھی یوں کہے کہ یہ عبارت محقق حلی کے نہاں خانہ دماغ میں ہوتو ہومگر اور کہیں اسکا پتہ نہیں ملتا اور علامہ ابن داوٗد، میرزا، تفریشی اور مولیٰ شیخ عنایت اللہ آنکھیں بند کر کے مکھی پر مکھی مارتے چلے گئے اور کسی نے محقق حلی کی غلطی کا تعاقب نہیں کیا۔ امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو تو خود شیعہ علماء نے بھی قابل اعتماد تسلیم کیا ہے شیعہ عالم ابن داوٗد نے امام شعبی کو قسم اول کے راویوں میں ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کی تھی۔ (رجال حلی، ص ۱۱۳)

نوٹ شیعہ عالم ابن داوٗد قسم اول میں قابل اعتماد راویوں کو ذکر کرتا ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ہم وضاحت کر چکے ہیں لہذا ڈھکو کا اس روایت سے فرار اختیار کرنا درست نہیں۔

(جاری ہے)

التماس دعاء

رکن مجلس شوریٰ (پاسبانِ اہلسنت وجماعت) مناظر اہلسنت حضرت علامہ مولانا مفتی محمد علی رضوی دامت برکاتہم العالیہ کی طبیعت خراب رہتی ہے اور رکن شوریٰ حضرت علامہ مولانا شیخ عدنان احمد خان چشتی دامت برکاتہم العالیہ کے والدِ گرامی کی طبیعت خراب رہی۔

برادرانِ اہلسنت سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

ملتمس: ابومعاویہ حشمتی

غیر مقلدین کی گمراہ کن صوفیت

دوسری قسط حضرت علامہ مولانا سعید اللہ خان نقشبندی

مزارات اولیاء پر صوفیہ کرام یا کسی اور نام پر شریعت مطہرہ کے خلاف جو کام ہوتے ہیں۔ مثلاً جہلاء اور نقلی پیروں اور ان کے مریدوں کی خلاف شرع حرکات، میلے، قوالیاں، ڈھول ڈھمکے، عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع، نماز ترک کرنا، سجدے، طواف، داڑھیاں منڈنا، شراب و چرس پینا وغیرہ امور سے مسلک اہل سنت اور علماء اہل سنت بری الذمہ ہیں اور ان غیر شرعی حرکات کی شدید مذمت کرتے ہیں۔ ایسے پیر خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرر ہے ہیں۔ صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے دفاع میں ایسے لوگ ہمارے مضمون میں شامل نہیں۔

غیر مقلدوں کا شیخ الاسلام اور تصوف کا دشمن ابن تیمیہ لکھتا ہے:

ان میں ایک حصہ حق کا ہے جس کا قبول کرنا ضروری ہے اور ایک باطل کا ہے جسے رد کر دینا چاہئے مگر اکثر لوگ افراط یا تفریط میں پڑ گئے ہیں چنانچہ ایک گروہ نے باطل حصہ دیکھ کر پوری بات کی تکذیب کر دی۔

(اصحاب صفہ اور تصوف کی حقیقت مترجم عبدالرزاق ملیح آبادی فصل اولیاء کے القاب ص ۴۶ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ)

غیر مقلدین کی سند حدیث میں گمراہ کن صوفیت

تصوف اور ائمہ احناف کا دشمن زبیر علی زئی جو ہر وقت ائمہ احناف کی اسناد میں عیب تلاش کرتا پھرتا ہے وہ ذرا اپنی سند حدیث کو بھی حضرو والی گستاخانہ تحقیق پر پیش کرے تو اس میں ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو خاتم الولایۃ کہنے والی گمراہ کن صوفیت نکل آئے گی۔ دیکھئے یہ کذاب لکھتا ہے:

تحدیث نعمت: راقم الحروف (زبیر علی زئی) کو آپ سے استفادہ کا موقع استاذ محترم شیخ ابو محمد بدیع الدین

شاہ الراشدی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتبہ راشدیہ نیو سعید آباد میں ملا۔ آپ نے مجھے سندِ حدیث اور اس کی اجازت اپنے دستخط کے ساتھ ۱۳ صفر ۱۴۰۸ھ کو مرحمت فرمائی۔ آپ نے مولانا ابو تراب عبد التواب الملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں رحمہم اللہ (حافظ زبیر علی زئی)

(ماہنامہ الحدیث (۳۲) ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ جنوری ۲۰۰۷ء ص ۶۵ مطبوعہ مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک)

زبیر علی زئی کے ثقہ استاد پیر بدیع الدین راشدی کی سند میں بھی امام ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو خاتم الولایۃ کہنے والا نذیر حسین دہلوی صوفی، شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی صوفی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی صوفی، اور شاہ ولی اللہ صوفی وغیرہ وغیرہ موجود ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں ان کی سند:

(سہ ماہی مجلہ بحر العلوم شیخ العرب والعجم نمبر ص ۲۲۸ مطبوعہ جامعۃ بحر العلوم السلفیہ مرکزی جمعیت اہل حدیث میر پور خاص)

اسی طرح پاک و ہند کے تقریباً ہر غیر مقلد کے سند حدیث میں یہ نذیر حسین دہلوی صوفی موجود ہے۔

صوفی نذیر حسین دہلوی

غیر مقلدوں کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی کا شاگرد فضل حسین بہاری وہابی لکھتا ہے کہ:

میاں صاحب کا علم شریعت و طریقت تو مسلمات قطعیہ یقینیہ سے تھا نہ صرف ہندوستان میں بلکہ دنیائے اسلام جس پر شاہد ہیں۔ (الحیاۃ بعد المماۃ معروف بہ سوانح عمری سید محمد نذیر حسین دہلوی ص ۱۲۳ مطبوعہ کراچی)

نیز یہی غیر مقلد فضل حسین بہاری وہابی لکھتا ہے کہ:

باوجودے کہ اپنے زمانہ کے طبقہ صوفیہ کرام میں بھی آپ کو وہی درجہ حاصل تھا جو معشر علماء عظام میں تھا۔ (الحیاۃ بعد المماۃ معروف بہ سوانح عمری سید محمد نذیر حسین دہلوی ص ۱۴۰ مطبوعہ کراچی)

مستند غیر مقلد عالم عبد العظیم انصاری قصوری لکھتا ہے کہ:

جن حضرات نے میاں نذیر حسین کے صرف علمی فضل و کمال کی تصویریں دیکھی ہیں وہ شاید یہ جان کہ حیران ہوں کہ میاں صاحب نہایت بلند مقام رکھنے والے صوفی بھی تھے اور صفائی باطن اور درستی اخلاق جو تمام تصوف کی اصل ہے اس پر کس محنت اور مشقت سے کاربند رہتے تھے صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں آپ جس وقت کتاب الرقاق پڑھاتے اور تصوف کے نکات بیان فرماتے تو وہ سماں دیدنی ہوتا۔ (تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۲۹ مطبوعہ محمدیہ دار الاشاعت کوٹ اعظم خاں قصور طبع اول نومبر ۱۹۸۴ء)

غیر مقلدین صوفیت کو بڑی بری نظر سے دیکھتے ہیں اور اس میں امام ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کو (معاذ اللہ) کافر، گمراہ اور اپنا سب سے بڑا دشمن کہتے ہیں۔ لیکن غیر مقلدین کا امام نذیر حسین دہلوی صوفی ان کو خاتم الولایۃ سے یاد کرتا ہے اور خاص ان کے دفاع میں مناظرے بھی کرتا ہے۔

غیر مقلدوں کے شیخ الکل نذیر حسین دہلوی کا شاگرد فضل حسین بہاری وہابی لکھتا ہے کہ:

صحیح بخاری وغیرہ کتب صحاح میں آپ جس وقت کتاب الرقاق پڑھاتے اور نکاتِ تصوف کو بیان فرماتے تو خود کہتے صاحبو ہم تو احیاء العلوم کو یہاں دیکھتے ہیں۔

(الحیاۃ بعد المماۃ معروف بہ سوانح عمری سید محمد نذیر حسین دہلوی ص ۱۲۳ مطبوعہ کراچی)

شیخ اکبر کی تعظیم اور ان سے محبت

اسی لئے طبقہ علمائے کرام میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی بڑی تعظیم کرتے اور خاتم الولایۃ المحمدیۃ فرماتے اور بات بھی یہی ہے کہ علم ظاہر و باطن کی ایسی جامعیت ندرت سے خالی نہیں ہے (ایضا)

شیخ اکبر کے بارے میں مولوی بشیر الدین قنوجی سے مناظرہ

مولانا قاضی بشیر الدین قنوجی رحمۃ اللہ علیہ جو شیخ اکبر کے سخت مخالف تھے ایک مرتبہ دہلی اسی غرض سے تشریف لائے کہ ان کے بارہ میں میاں صاحب سے مناظرہ کریں۔ اور دو مہینے دہلی میں رہے اور روزانہ مجلس مناظرہ گرم رہی مگر میاں صاحب اپنی عقیدت سابقہ سے جو شیخ اکبر کی نسبت رکھتے تھے ایک تل کے برابر بھی پیچھے نہ ہٹے آخر مولانا ممدوح جن کو خود میاں صاحب سے کمال عقیدت تھی دو مہینے کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ (ایضاً)

نذیر حسین دہلوی نے اپنے بھانجے یا بھتیجے کو صوفی بنانے کے لئے صوفی فضل الرحمن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا اور ان کو خط لکھا:

ایک بار مولانا نذیر حسین صاحب محدث دہلوی (شیخ الکل جماعت اہل حدیث) نے حضرت قبلہ کو بڑی تکریم و تعظیم سے خط لکھا اور اپنے بھانجے یا بھتیجے کو مرید کرنے کے لیے بھیجا تھا اور لکھا تھا:

"یہ آپ کے شوق میں حاضر ہوئے ہیں درویشی کی تعلیم ان کو فرمایئے" آپ نے ان کو مرید

کیا اور طریقہ اللہ کے نام لینے کا بتادیا۔(انعامات الرحمن سوانح حیات شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی ص ۱۸۳)

غیر مقلدوں کے اصول سے معلوم ہوا کہ ہر غیر مقلد کی سند حدیث موضوع ہے اس لئے کہ اس کی سند ان کی صوفیت کی شرکیات کی وجہ سے بدبودار ہیں۔جس صوفیت کو غیر مقلدین گمراہ کن صوفیت کہتے ہیں اسے اکابرین غیر مقلدین سے ثابت کریں گے۔ان شاء اللہ تعالیٰ۔

نیز یہ کذاب زبیر علی زئی ہمارے ائمہ احناف کا بہت برے الفاظ میں ذکر کرتا رہتا ہے لیکن دوسری طرف اپنے اکابرین اور بالخصوص اپنے اساتذہ کا بڑے ادب واحترام کے ساتھ ذکر کرتا رہتا ہے اور ثقہ ثبت وغیرہ وغیرہ کہتا ہے جبکہ اس کے اکابرین واساتذہ اس کے نزدیک مجسمہ عقیدہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

قارئین!اس کی اصلی حقیقت کیا ہے اس کو جاننے کے لئے فقیر ناچیز کا غیر مطبوعہ رسالہ "جرح مفسر علی زبیر علی زئی" کا انتظار کریں۔اس میں آپ ان کے اکابرین واکثر اساتذہ کو اسی زبیر علی زئی کے اصول سے جلتا ہوا دیکھیں گے۔زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق یہ سب کذاب سئی الحفظ وغیرہ غیرہ ہیں۔نیز اس سے زبیر علی زئی خود کذاب بھی ثابت ہو جائے گا اس لئے کہ یہ کذاب ان کو ثقہ کہتا ہے۔

دیکھئے یہ اپنے استاد محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی وہابی کے بارے میں کہتا ہے:

کان ثقة حجة اماما ورعا زاهدا تقیا فقیها شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمه اللہ۔۔۔

(ہفت روزہ الاعتصام اشاعت خاص بیاد محمد عطاء اللہ حنیف ص ۵۱۲ مطبوعہ دار الدعوۃ السلفیۃ لاہور طبع اول مارچ ۲۰۰۵ء)

حالانکہ اسی کذاب زبیر علی زئی کے گستاخانہ اصول کے مطابق یہ وہابیوں کا استاذ سخت کذاب ہے۔

دو مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

پہلی مثال:

غیر مقلدوں کے مستند عالم محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان نہیں مانتا بلکہ وضو میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ضروری یعنی فرض قرار دیتا ہے:

وضو کی دعائیں: وضو شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا ضروری ہے۔

(پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری دعائیں ص ۱۰ مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ شیش محل روڈ لاہور)

نیز یہی زبیر علی زئی کا ثقہ استاد اپنی دوسری کتاب میں لکھتا ہے:

یہ روایت حدیث شریف کی کسی کتاب میں موجود نہیں۔ موجود لفظ یہ ہیں ''لا وضو لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ (تلخیص الحبیر ص ۲۶ بحوالہ سنن ابی داؤد و مسند احمد وغیرہ'' یعنی وضو پر بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ پڑھا جائے تو وضو نہیں۔

(حیات حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ از شیخ محمد ابوزہرہ (تحقیق عطاء اللہ حنیف بھوجیانی) ص ۴۳۱ مطبوعہ ملک سنز تاجران کتب کارخانہ بازار فیصل آباد اشاعت سوم ۱۹۸۳ء)

محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی وہابی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اختلاف کرتے ہوئے بسم اللہ کے ساتھ اپنے پیٹ سے الرحمن الرحیم بھی بڑھا دیا ہے حالانکہ غیر مقلدوں کے نزدیک کسی حدیث سے الرحمن الرحیم کے الفاظ ثابت نہیں:

عبدالرؤف بن عبدالحنان بن حکیم محمد اشرف سندھو لکھتا ہے:

اللہ تعالیٰ کے نام لینے کا طریقہ یہ ہے کہ صرف ''بسم اللہ'' کہا جائے کیونکہ سنت یہی ہے اس کے بعد ''الرحمن الرحیم'' کہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صحابہ و تابعین سے ثابت نہیں وضو کرتے وقت اور نہ ہی دیگر کاموں کی ابتداء کے وقت۔

(مسنون نماز ص ۴۴۔۴۵ مطبوعہ دارالاشاعت اشرفیہ سندھو قصور اشاعت جنوری ۲۰۰۹ء)

محمد ناصر الدین البانی کا پکا مقلد حافظ عمران ایوب لاہوری وہابی لکھتا ہے:

ابتدائے وضو میں صرف ''بسم اللہ'' کہنا ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث میں ثابت ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک طویل حدیث میں ہے {توضوء بسم اللہ} بسم اللہ کہتے ہوئے وضو شروع کرو۔

علاوہ ازیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے بھی صرف ''بسم اللہ'' کہنا ہی ثابت ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں رکھا پھر فرمایا ''بسم اللہ'' پھر کہا اچھی طرح وضو کرو۔

معلوم ہوا کہ ابتدائے وضو میں بسم اللہ کے ساتھ ''الرحمن الرحیم'' کے الفاظ ثابت نہیں ہیں جیسا کہ ذبح کے وقت بھی ''بسم اللہ'' کہنا مشروع ہے اور ہم انہی الفاظ پر اکتفا کرتے ہوئے ''الرحمن الرحیم'' کا اضافہ نہیں کرتے بعینہ ابتدائے وضو میں بھی ان الفاظ کا اضافہ نہ ہی کرنا زیادہ قرین قیاس ہے اور اسی موقف کو صاحب مغنی نے اختیار کیا ہے۔

(طہارت کی کتاب ص ۱۴۳ مطبوعہ فقہ الحدیث پبلی کیشنز لاہور تاریخ اشاعت ستمبر ۲۰۰۴ء)

غیر مقلدوں کے ایک مجتہد کہتے ہیں کہ یہ اضافہ ثابت نہیں اور بسم اللہ کے ساتھ الرحمن الرحیم نہیں پڑھنا چاہیے۔ لیکن دوسری طرف غیر مقلدوں کے استاذ المدرسین کہتے ہیں یہ ضروری یعنی واجب ہے انسان کدھر جائے ایک مجتہد کہتا ہے یہ جائز نہیں دوسرا مجتہد کہتا ہے یہ واجب ہے اصل میں یہ ترک تقلید کے نتائج ہیں کہ ہر غیر مقلد مجتہد بن بیٹھا ہے اور اپنی اپنی تحقیق پیش کر کے مسلمانوں میں فساد ڈال رہا ہے جس کی ایک جھلک آپ نے ملاحظہ فرمائی تاہم زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق ثابت ہوا کہ یہ بھوجیانی وہابی ثقہ نہیں کذاب ہے۔

دوسری مثال:

یہی زبیر علی زئی کا استاد کہتا ہے:

علمائے دیوبند کو ہم یقین دلاتے ہیں کہ اہل حدیث کو آپ سے کوئی بغض نہیں وہ ہمیشہ ہی آپ کے ساتھ رہے ہیں وہ اہل بدعت کے مقابلے میں بھی آپ کا ساتھ دیتے ہیں وہ آپ کے سب بزرگوں کی عزت کرتے ہیں۔ دکھ درد میں آپ کے شریک رہتے ہیں۔

(ہفت روزہ الاعتصام اشاعت خاص بیاد محمد عطاء اللہ حنیف ص ۴۸۸ مطبوعہ دار الدعوۃ السلفیۃ لاہور)

یہ زبیر علی زئی کے اصول کے مطابق صریح جھوٹ ہے اگر زبیر علی زئی میں اکابر پرستی نہ جاگے تو وہ اس کا اعتراف بھی کرلے گا لیکن زبیر علی زئی کو یہاں ایک بڑی مشکل ہے وہ یہ کہ اس کے بعد خود زبیر علی زئی کذاب ثابت ہوجائے گا کہ اس کذاب کو ثقہ کہتا ہے۔

نیز یہ تو دیوبندیوں کے پیچھے نمازیں بھی پڑھتا تھا: ملاحظہ ہو

زبیر علی زئی کے ثقہ استاد کی حنفیوں اور عبدالرشید ارشد دیوبندی کے پیچھے نمازیں پڑھنا

عبدالرشید ارشد دیوبندی لکھتا ہے۔

اہل حدیث ہونے کے باوجود وسیع المشرب تھے جیسا کہ اوپر گزرا مسلم مسجد میں حنفی امام کے پیچھے نماز باجماعت پڑھتے تھے۔ایک دفعہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا غالباً مغرب کا وقت تھا۔امامت کے لئے مجھے مصلے پر کھڑا کردیا۔

(ہفت روزہ الاعتصام اشاعت خاص بیاد محمد عطاء اللہ حنیف ص ۹۱۳ مطبوعہ دارالدعوۃ السلفیۃ لاہور طبع اول مارچ ۲۰۰۵ء)

یہ زبیر علی زئی اتنا سخت قسم کا متروک وضعیف شخص ہے کہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی شخصیت بھی اس کے گستاخانہ حضرو والی تحقیق سے بچ نہ سکی۔بلکہ صوفیہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کی دشمنی میں اتنا اندھا ہوگیا ہے کہ ایک جگہ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ پر برستے ہوئے ان کو بریکٹ میں صوفی لکھتا ہے اور پھر بری نظر سے القول البدیع کے حوالے سے حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسئلہ کا ذکر کرتا ہے اور ایک جگہ لکھا:

مشہور صوفی سخاوی

(تحقیقی اصلاحی اور علمی مقالات ج ۴ ص ۱۷۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور اشاعت اول ۲۰۱۱ء)

لیکن جب اپنی باری آجاتی ہے تو پھر اسی صوفی کی کتاب سے احناف کے عظیم الشان محدث امام قاسم قطلوبغا حنفی رحمۃ اللہ علیہ کو کذاب ثابت کرتے ہوئے لکھتا ہے

قاسم بن قطلوبغا (کذاب بقول البقاعی، الضوا اللامع ج ۶ ص ۱۸۶)۔

(ماہنامہ الحدیث (۳۲) ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ جنوری ۲۰۰۷ء ص ۵۹ مطبوعہ مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک)

"قارئین دیکھئے یہ کتنا کذاب شخص ہے کہ احناف کے اتنے عظیم محدث کو اپنے بنائے ہوئے منگھڑت اصول کے مطابق صوفیوں کے کتابوں سے کذاب ثابت کر رہا ہے۔

لیکن جب اپنی باری آتی ہے تو اس کا دماغ خراب ہو جاتا ہے پھر اسی صوفی امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ سے ضعیف حدیث کی شرائط نقل کرتا ہے اور ایک جگہ لکھتا ہے:

سخاوی نے کہا: اکثر محدثین خصوصاً طبرانی ابونعیم اور ابن مندہ جب سند کے ساتھ حدیث بیان کرتے تو وہ یہ عقیدہ رکھتے یعنی سمجھتے تھے کہ وہ اس کی مسئولیت سے بری ہو چکے ہیں۔ (فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ج ۱ ص ۲۵۴ الموضوع)

(تحقیقی اصلاحی اور علمی مقالات ج ۳ ص ۲۱۳ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور اشاعت اول ۲۰۱۰ء)

اور پھر اس کے بعد کہتا ہے "ان تحقیقات" کیا زبردست تحقیقات ہے کسی وقت ایک شخص صوفی اور دوسرے وقت وہ شخص محقق ہو جاتا ہے۔

نیز دوسری جگہ لکھتا ہے:

سخاوی نے حارث الاعور کے بارے میں لکھا ہے:

وقد ضعفه الجمهور وروی عن احمد بن صالح توثیقه

ترجمہ: جمہور نے اسے ضعیف کہا اور احمد بن صالح سے اس کی توثیق مروی ہے۔ (القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع بتحقیق الشیخ محمد عوامہ ص ۴۴۱)

(تحقیقی اصلاحی اور علمی مقالات ج ۳ ص ۲۶۴ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور اشاعت اول ۲۰۱۰ء)

اکابر پرستی میں ڈوبے ہوئے غیر مقلد صوفی

غیر مقلدیت ایک ایسا نام نہاد فرقہ ہے جس کی مثال نہیں یہ اکابر پرستی میں اتنے ڈوبے ہوئے ہیں کہ اصل حقائق جب آپ کے سامنے آئیں گے تو آپ حیران ہو جائیں گے۔ بڑے بڑے آئمہ صوفیہ کو یہ اپنی قینچی والی زبان سے نہ جانے کیا کیا بکتے رہتے ہیں لیکن جب اپنے صوفیوں کی باری آجائے تو پھر

ان کا اثبات قرآن عظیم سے ہونے لگتا ہے دیکھئے ان کے غیر مقلدوں کے مستند عالم صاحبزادہ سید ابو بکر غزنوی لکھتے ہیں۔

سورہ فاتحہ ام الکتاب ہے۔ جو ہر قرآن ہے۔ اس جامع اور بلیغ دعا کے الفاظ پر غور کیجئے:

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ ۝

ہمیں سیدھی راہ دکھا ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے کرم کیا ان لوگوں کی راہ نہیں جن پر غضب نازل کیا گیا اور نہ گمراہوں کی راہ۔

یہ نہیں کہا کہ ہمیں نیکیوں اور بھلائیوں کی راہ دکھا یہ نہیں کہا کہ ہمیں نماز روزہ زکوۃ اور حج کی راہ دکھا بلکہ ان برگزیدہ انسانوں کا ذکر کیا جو بھلائی کے پیکر ہوتے ہیں جو خیر مجسم ہیں۔ انبیاء اور صلحاء کے تذکار ہی سے صراط مستقیم کی ٹھیک طور پر وضاحت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں ایمان اور عمل صالح کی حقیقت انبیاء اور اولیاء کے حالات زندگی ہی سے اجاگر کی گئی ہے۔

(حضرت مولانا داؤد غزنوی حرف آغاز ص ۵، فاران اکیڈمی قذافی سٹریٹ اردو بازار لاہور اشاعت ثانی اکتوبر ۱۹۹۴ء)

یہ اثبات غیر مقلدوں کے امام صوفیت عبداللہ غزنوی اور داؤد غزنوی صوفی کے لئے کیا جا رہا ہے۔

مشہور غیر مقلد عبدالرشید عراقی لکھتا ہے:

مذاہب و اقوام عالم کی زندگی و بقا کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اکابر کے نام اور ان کے کارنامے یاد رکھیں اور ان کی نیکیوں کو اپنی زندگی کے لیے مشغل راہ بنائیں۔ اسی لیے قرآن مجید میں بار بار اکابر انبیائے کرام علیہم السلام کا ذکر خیر کرنے کے لیے بصیغہ امر تاکید کی گئی ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی لیے فرمایا اذکروا محاسن موتاکم (اپنے مرجانے والے لوگوں کی نیکیوں کا ذکر تازہ رکھو

(حیات نذیر ص ۹ مطبوعہ نشریات اردو بازار لاہور طبع ۲۰۰۷ء)

یہ اثبات بھی اپنے صوفی نذیر حسین دہلوی کے لئے کیا جا رہا ہے۔

اصلی صوفی تو اہل حدیث کو ہونا چاہئے

نیز صوفیت میں یہ لوگ اتنے گم ہو گئے ہیں کہ ان کی کتابوں میں یہاں تک ہے کہ اصلی صوفی تو اہل حدیث کو ہونا چاہئے۔

غیر مقلدوں کے امام داؤد غزنوی کے سوانح میں مفتی محمد حسن کے حوالے سے ہے:

اس پر مفتی صاحب نے انہیں اپنا نسخہ دے دیا اور فرمایا:

میں سمجھتا ہوں کہ اصلی صوفی تو اہل حدیث کو ہونا چاہیئے کیونکہ احادیث کی کتابوں میں حسن کینہ کبر غضب وغیرہ کے ابواب آتے ہیں جن میں ان بدعات سے اجتناب کی تعلیم دی گئی ہے اس کے برعکس فقہ کی کتب میں ایسے ابواب نہیں ہیں۔

(حضرت مولانا داؤد غزنوی ص ۲۰۱ مطبوعہ فاران اکیڈمی قذافی سٹریٹ اردو بازار لاہور اشاعت ثانی اکتوبر ۱۹۹۴ء)

غیر مقلدوں کے صوفی پیر اللہ تعالیٰ سے کلام بھی کرتے ہیں

یہ فرقہ جدیدہ اپنی گمراہ کن صوفیت اور غلو میں اتنا اندھا ہو چکا ہے کہ ان کے صوفی اللہ تعالیٰ سے کلام بھی کرتے ہیں:

غیر مقلدوں کے ثقہ عالم صاحبزادہ ابوبکر غزنوی لکھتے ہیں۔

نواب صدیق حسن خان "تقصار من تذکار جیود والاحرار" میں حضرت عبداللہ غزنویؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

چرخ اگر ہزار چرخ زند مشکل کہ چنیں ذات جامع کمالات بر روئے ظہور آرد ہم محدث بود و ہم محدث۔

آسمان اگر ہزار بار بھی گردش کرے تو مشکل ہے کہ اب ایسی جامع کمالات ہستی معرض وجود میں آئے۔ وہ محدث بھی تھے اور اللہ سے ہمکلامی کا شرف بھی انہیں حاصل تھا۔

(حضرت مولانا داؤد غزنوی ص ۲۱۸ مطبوعہ فاران اکیڈمی قذافی سٹریٹ اردو بازار لاہور اشاعت ثانی اکتوبر ۱۹۹۴ء)

نیز ہماری صوفیت جو الحمدللہ تواتر سے ثابت ہے اس کے اثبات کے لئے کوئی دلیل کی ضرورت نہیں

لیکن دوسری طرف ان ہی کے اصول کے مطابق غیر مقلدوں کی یہ گمراہ کن صوفیت اور ان کے گمراہ کن اشغال صوفیہ معاذ اللہ قرآن وحدیث سے ثابت ہیں دیکھئے ان غیر مقلدوں کی گمراہ کن صوفیت کے لئے استدلال:

غیر مقلدوں کے ثقہ عالم صاحبزادہ ابوبکر غزنوی لکھتے ہیں۔

ایک دن مجھ سے (غیر مقلدوں کے امام داؤد غزنوی وہابی) فرمایا:

شریعت کا وہ حصہ جو تزکیہ باطن سے متعلق ہے۔ اصطلاحاً تصوف کہلاتا ہے فرماتے تھے:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعثت کے بعد جو کام سرانجام دیا قرآن مجید اسے متعدد جگہوں پر یوں بیان کرتا ہے: یتلو علیھم آیاتہ ویز کیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ۔ یہ جو بار بار خدا کہتا ہے یزکیھم یعنی وہ ان کا تزکیہ کرتے ہیں۔ اسی تزکیہ کے اصول وآداب کو ہم طریقت یا تصوف سے تعبیر کرتے ہیں۔ افسوس ہے کہ ہماری درسگاہوں میں تعلیم کتاب وحکمت کا تو اہتمام کیا جاتا ہے لیکن تزکیہ نفس جس کا ذکر قرآن مجید تعلیم کتاب وحکمت کے علاوہ الگ مستقل بالذات بار بار کرتا ہے اس کا قطعی طور پر کوئی اہتمام نہیں۔

(حضرت مولانا داؤد غزنوی ص ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱ فاران اکیڈمی قذافی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

غیر مقلدین کے گمراہ کن اشغال صوفیہ

غیر مقلدوں کے ثقہ عالم صاحبزادہ ابوبکر غزنوی لکھتے ہیں۔

اشغال صوفیہ کی شرعی حیثیت

میں نے ایک روز ان کی (داؤد غزنوی وہابی) کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ جو صوفیاء کے ہاں لطائف کی مشق ہے نفی اثبات کا مخصوص طریقہ ہے یا حبس دم کا شغل ہے کیا یہ بدعات ہیں؟ تو حضرت نے فرمایا:

یہ بزرگان کرام کا اجتہاد ہے۔

میں نے عرض کیا اس اجتہاد کی علت کیا ہے؟

فرمانے لگے نزول انوار دافع وساوس ہوتا ہے پھر انوار رسالت بالخصوص انوار رسالت محمدیہ بدرجہ اتم دافع وساوس تھے۔ جب انوار رسالت منقطع ہو گئے تو وساوس ابھرنے لگے اور عبادت میں جمعیت خاطر اور یکسوئی باقی نہ رہی۔ قرآن کے اس حکم پر عمل مشکل ہوا کہ اٹھتے بیٹھتے پہلو بدلتے ہوئے اللہ کا ذکر کرو۔ حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے انوار رسالت کے منقطع ہو جانے کی وجہ سے دوام ذکر ممکن العمل نہ رہا پس دوام ذکر حاصل کرنے کے لیے اور عبادت میں جمعیت خاطر اور یکسوئی پیدا کرنے کے لیے بزرگان کرام نے اجتہاد کیا۔ فرمایا اگر معاملات میں اجتہاد ہو سکتا ہے تو عبادات میں جمعیت خاطر پیدا کرنے کے لیے اجتہاد کیوں نہیں ہو سکتا۔ پھر ایک اور شام بندہ عاجز ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور انہیں بتایا کہ بعض علماء سے اشغال صوفیہ پر مجھے گفتگو کا اتفاق ہوا ہے اور وہ انہیں بدعات اور محدثات قرار دیتے ہیں۔

حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی پر شکن پڑ گئی اور فرمانے لگے:

ان علماء کا ذہن صاف ہونا چاہیے۔ جب وہ ان اشغال کو بدعات قرار دیتے ہیں تو دوسرے لفظوں میں وہ معاذ اللہ خاکم بدہن یہ کہتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ بدعتی تھے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ بدعتی تھے حضرت شاہ عبد العزیزؒ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ اور حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ سب بدعتی تھے۔ ایک طرف تو یہی علماء ہندوستان میں اپنی تاریخ کا آغاز ان ہی بزرگوں سے کرتے ہیں اور ان کے ساتھ نسبت ملاتے ہیں دوسری طرف ان بزرگوں کے اجتہادات کو بدعت قرار دیتے ہیں اس منطقی تضاد سے انہیں نجات پانی چاہیے۔

معارف اللطائف میں یوں رقمطراز ہیں:

صوفیائے کرام کے اشغال کو بعض حضرات اس لیے پسند نہیں کرتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ منقول نہیں لیکن اگر ذرا دقت نظر سے یہ حضرات دیکھتے تو ان پر یہ واضح ہو جاتا کہ صحابہ کرامؓ کو ان اشغال و مراقبات کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ ان کو سید الانبیاء والمرسلین کی صحبت کے فیوض سے بہرہ اور

آپ کے انفاس طیبہ کی برکات سے مستفیض ہونے کی سعادت حاصل تھی اور اس فیضان کی وجہ سے صحابہ کرام کے قلوب واذہان ایسی قوی اور کامل استعداد کے مالک تھے کہ ان کو ان اشغال و مراقبات کو واسطہ مقصود بنانے کی ضرورت نہ تھی فرائض وسنن کی بجا آوری محرمات بلکہ مشتبہات سے اجتناب ہی ان اشغال وغیرہ کے ثمرات کے حصول کے لئے کافی تھے۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ علوم مروجہ (صرف ونحو اور مرتب فقہ واصول فقہ) صحابہ کرام کے عہد مبارک میں مدون نہیں ہوئے تھے کیونکہ عرب ہونے کی وجہ سے وہ قواعد صرف ونحو کے محتاج نہ تھے اور عام مسائل دریافت کرنے میں آپ کی ذات بابرکات ہی کافی تھی لیکن بعد میں جب اسلام جزیرۃ العرب سے نکل کر عجم میں پہنچا اور خاص آپ کی ذات اقدس سے بُعد ہوتا چلا گیا ہر قسم کی ظاہری اور باطنی ضروریات اور حل مشکلات کے لیے تدوین علوم کی ضرورتوں کا احساس ہوتا گیا۔ علماء کرام اور آئمہ ہدی نے بہت جلد باحسن وجوہ ان ضرورتوں کو پورا کیا۔ محدثین جمع وتدوین حدیث اور فقہ الحدیث کے مرتب کرنے فقہاء قانون اسلام کے مدون کرنے اور اصول احکام کے مرتب کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے اور بعض اہل علم نے امانت باطنی کی حفاظت اور سا کی اصلاح کی طرف اپنی توجہات کو منعطف کیا جن کی برکت سے اصطلاح نفس تزکیہ نفس اور مجاہدہ کے قواعد مرتب ہوئے اور دنیا ان کے فیوض وبرکات روحانی سے مستفیض ہوئی۔ جزاھم اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء۔

(حضرت مولانا داؤد غزنوی ص ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳ مطبوعہ فاران اکیڈمی قذافی سٹریٹ اردو بازار لاہور)

غیر مقلدوں کے صوفیوں کے صرف نام اور تذکرہ کرنے پر بھی ثواب ملے گا

اکابر پرستی میں ڈوبے ہوئے ان غیر مقلدوں کے نزدیک تو ان وہابی صوفیاء کے صرف نام ہی ذکر کرنے پر رحمت نازل ہوتی ہیں:

مستند غیر مقلد عالم عبد العظیم انصاری قصوری لکھتے ہیں۔

حافظ صاحب مولانا عبد الرحیم بن حضرت سید عبد اللہ غزنویؒ کے صاحبزادے تھے حضرت سید

عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارہ صاحبزادے تھے بطور ذکر صالحین ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں کہ عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ۔

حضرت مولانا محمد غزنویؒ	حضرت مولانا عبداللہؒ	حضرت مولانا احمدؒ
حضرت مولانا عبدالجبارؒ	حضرت مولانا عبدالواحدؒ	حضرت مولانا عبدالرحمنؒ
حضرت مولانا عبدالستارؒ	حضرت مولانا عبدالقیومؒ	حضرت مولانا عبدالعزیزؒ
حضرت مولانا عبدالحیؒ	حضرت مولانا عبدالقدوسؒ	حضرت مولانا عبدالرحیمؒ

(تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۲۶۰ مطبوعہ محمدیہ دارالاشاعت کوٹ اعظم خاں قصور طبع اول نومبر ۱۹۸۴ء)

بلکہ غیر مقلدوں کی صوفیت کے اڈے ضلع بھوجیاں کے صوفیوں کے ذکر کرنے پر ثواب بھی ملے گا۔

زبیر علی زئی کا ثقہ استاد محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی لکھتا ہے۔

قطع نظر یہ کوشش بہت غنیمت اور قابل قدر ہے گو بہت کچھ شنید پر مبنی ہے اور فرط عقیدت سے شاید کہیں مبالغہ بھی ہو کہ عبرت اور دلچسپی سے پڑھا جائے۔

عند ذکر الصالحین بتنزل الرحمۃ، ثواب بھی حاصل ہوگا۔

(تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۹ مطبوعہ محمدیہ دارالاشاعت کوٹ اعظم خاں قصور طبع اول نومبر ۱۹۸۴ء)

ان ضلع بھوجیاں کے ان غیر مقلدین صوفی کو یہ لوگ ملائکہ صفت اور فرشتہ خصلت اسلاف بھی کہتے ہیں:

غیر مقلد حاجی محمد ادریس بھوجیانی لکھتے ہیں۔

ان ملائکہ صفت اور فرشتہ خصلت اسلاف کے حالات......

(تذکرہ علمائے بھوجیاں ص ۱۴ مطبوعہ محمدیہ دارالاشاعت کوٹ اعظم خاں قصور طبع اول نومبر ۱۹۸۴ء)

(جاری ہے)

صراطِ علی اور محبت علی کے جھوٹے دعویدار

حضرت علامہ مولانا عبدالرسول قادری

یہود و نصاریٰ اور مجوس و مشرکین نے جب دیکھا کہ شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں کو کافی فتوحات ہو رہی ہیں، کفار کو قتل و قید کیا جا رہا ہے، اُن کو ذلیل و خوار کیا جا رہا ہے اور انہیں مجبوراً جزیہ ادا کرنا پڑ رہا ہے تو کفار نے سوچا کہ اب ہمیں اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں میں شامل ہو جانا چاہیے تاکہ دین اسلام کی اشاعت کو روکا جاسکے اور مسلمانوں میں انتشار پھیلایا جاسکے۔ پھر کفار میں سے اسی بات کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بہت سے لوگ کلمہ پڑھ کر مسلمانوں میں شامل ہو گئے اور اسلام کے نور کو بجھانے اور مسلمانوں میں فتنہ و فساد پھیلانے کی تدبیریں کرنے لگ گئے حتیٰ کہ پھر انہوں نے حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر دی اور اُن کو شہید بھی کر ڈالا۔

پھر مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت قائم ہوئی تو مذکورہ منافقین کا گروہ جو لبادۂ اسلام میں تھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت کا دعویٰ کرنے لگ گیا اور اپنے آپ کو علی رضی اللہ عنہ کا شیعہ کہنے لگ گیا پھر یہ لوگ اپنی کامیابی پر بڑے خوش ہوئے کہ مسلمان ہمارے داؤ اور فریب میں آ گئے ہیں۔ اس گروہ کا لیڈر اور بانی ایک یہودی تھا جس کا نام عبداللہ ابن سبا تھا جو کہ یمن کا رہنے والا تھا وہ اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسلمانوں میں جو فتنہ اُٹھا تھا اب وہ ماند پڑ گیا تھا اور مسلمان دین اسلام کی اشاعت میں سرگرم تھے تو عبداللہ ابن سبا نے اپنا طریقۂ واردات بدلا۔ اس نے اہل بیت کی محبت کا لبادہ اوڑھا اور محبت اہل بیت کا نعرہ بلند کیا اور لوگوں میں اہل بیت کی محبت کی تلقین و نصیحت کرنے لگا۔ محبت اہل بیت کی میٹھی اور رسیلی باتیں سن کر کافی لوگ اس کے داؤ میں آکر اُس کے

گروہ میں شامل ہو گئے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں جھوٹی حدیثیں وضع کی گئیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بارش برساتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انبیاء کرام کو نبوت عطا کی وغیرہ وغیرہ۔

پھر اس نے ایسی باتیں وضع کیں جن سے معلوم ہو سکے کہ خلفاء ثلاثہ معاذ اللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دشمن تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت خاتونِ جنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا گھر جلایا وغیرہ۔ یہ سب من گھڑت باتیں امت مسلمہ میں انتشار و عداوت پیدا کرنے کے لئے عبداللہ ابن سبا اور اس کے حواریوں کی وضع کردہ ہیں۔ عبداللہ ابن سبا سے لے کر آج پندرہویں صدی میں خامنائی اور طالب جوہری تک شیعہ حضرات ان باتوں کا سہارا لے کر مسلمانوں میں انتشار پھیلا رہے ہیں اور بچوں، نوجوانوں اور بوڑھوں کو یہ تاثر دے رہے ہیں کہ معاذ اللہ صحابہ کرام اور خلفاء ثلاثہ اہل بیت کے دشمن تھے وغیرہ وغیرہ۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور خلفاءِ ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم اور مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا آپس میں بڑا پیار تھا، آپس میں بڑے خوشگوار تعلقات تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پچیس سال خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے رہے بلکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد کے نام بھی خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھے تھے۔ کوئی بھی شخص اپنی اولاد کا نام دشمن کے نام پر نہیں رکھنا چاہتے، چاہے وہ اس کی ذات سے دشمنی کرے یا دین اسلام کا دشمن ہو۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں شیعہ کا عقیدہ ہے جو کہ باقر مجلسی نے اپنی کتاب حق الیقین جلد دوم صفحہ نمبر ۳۷۶ پر لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما شیطان سے بھی زیادہ بدبخت ہیں اور سب سے زیادہ عذاب ان دونوں کو دیا جائے گا۔

دوسرے مقام پر باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کافر تھے اور جو شخص ان دونوں سے محبت کرے وہ بھی کافر ہے۔ استغفر اللہ العظیم (حق الیقین جلد دوم صفحہ نمبر ۳۸۶)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق باقر مجلسی نے حق الیقین جلد اول صفحہ نمبر ۲۰۰ اور مظہر موسوی نے تہذیب المتین جلد اول صفحہ نمبر ۵۸۷ پر لکھا ہے کہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والا شخص روئے زمین پر سب سے زیادہ کامل ایمان والا تھا کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔ (نقل کفر کفر نہ باشد)

اب شیعہ حضرات سوچیں اور اپنی عاقبت کو خراب نہ کریں کیونکہ وہ جو عقیدہ خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے متعلق رکھ رہے ہیں اگر یہی عقیدہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا ہوتا تو پھر کیا وہ اپنی اولاد کے نام خلفاء ثلاثہ کے ناموں پر رکھتے؟ معلوم ہوا کہ یہ دشمنی اور عداوت والا عقیدہ عبداللہ ابن سبا اور اس کی ذریت کا پیدا کردہ ہے۔

نام کی اہمیت: (۱) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ اے علی کسی بھی اولاد کا اپنے والد پر یہ حق ہے کہ وہ اس کا نام اچھا رکھے۔ (وسائل الشیعہ جلد ۱۵، صفحہ نمبر ۱۲۰)

(۲) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اپنے نام حسین وجمیل رکھا کرو کیونکہ قیامت کے دن تم انہی ناموں سے بلائے جاؤ گے۔ (وسائل الشیعہ جلد نمبر ۱۵، صفحہ نمبر ۱۲۰، مطبوعہ سرگودھا)

(۳) حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ اول نیکی جو باپ اپنے بچے کے ساتھ کرسکتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے۔ (حلیۃ المتقین فارسی، صفحہ ۹۳ باب چہارم، فصل ہشتم در بیان احکام ایام حمل نولکشور لکھنؤ۔ تہذیب الاسلام ترجمہ حلیۃ المتقین، ص ۱۵۴، افتخار بک ڈپو لاہور۔ وسائل الشیعہ جلد ۱۵، صفحہ ۱۲۰)

(۴) حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے بیٹے کا مجھ پر کیا حق ہے؟ فرمایا اس کا نام اچھا رکھو اور اسے اچھا ادب سکھاؤ۔ (وسائل الشیعہ، جلد ۱۵، صفحہ ۱۶۷، مطبوعہ سرگودھا)

شیعہ کے مشہور مجتہد آیت اللہ سید صادق شیرازی نے لکھا ہے کہ جب بچہ پیدا ہو تو اس کا نام اچھا رکھیں۔ مستحب یہ ہے کہ بچے کا نام پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آئمہ معصومین یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ناموں پر رکھیں۔
(توضیح المسائل، صفحہ نمبر ۴۶۱)

شیعہ حضرات کی مشہور کتاب تحفۃ العوام میں ہے کہ بچے کا سب سے بہتر نام محمد، علی، فاطمہ، حسن، حسین اور چودہ معصوموں کے نام ہیں ان کے علاوہ عباس، اکبر، اصغر، عون، احمد، جعفر، طالب، حمزہ، عبداللہ، عبدالمطلب اچھے نام ہیں۔ لڑکیوں کے ناموں میں فاطمہ، زینب، ام کلثوم، سکینہ، رقیہ، صغریٰ، ہاجرہ، خدیجہ، شہربانو، رباب، آمنہ، باقرہ، جعفرہ، رضیہ، مرضیہ اچھے نام ہیں۔
(تحفۃ العوام، صفحہ نمبر ۱۵۳، مطبوعہ حق برادرز

اب تحفۃ العوام کے مصنف کو دیکھیں کہ اس کے نزدیک ابوبکر، عمر، عثمان، عائشہ، حفصہ وغیرہ اچھے نام

نہیں تھے اس لئے یہ نام اُس نے درج نہیں کئے۔

کوئی بھی شخص جب اپنی اولاد کے نام رکھتا ہے تو محبت ہی کی وجہ سے رکھتا ہے اگر کسی شخص سے عداوت ہو تو اپنی اولاد کا نام اُس شخص کے نام پر نہیں رکھا جاتا۔

شیخ حر عاملی شیعی نے وسائل میں لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب مروان کو مدینہ کا گورنر بنایا اور اُسے حکم دیا کہ قریش کے جوانوں کے لئے وظائف مقرر کرے چنانچہ اس نے ایسا کیا۔ اس سلسلہ میں جب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی مروان سے ملاقات ہوئی تو اس نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا علی۔ پھر پوچھا آپ کے بھائی کا نام کیا ہے؟ فرمایا علی۔ یہ سن کر اُس نے کہا علی اور علی۔ آپ کے والد کیا چاہتے ہیں یہی کہ اپنے ہر بیٹے کا نام علی رکھیں۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا افسوس ہے چمڑا رنگنے والی کے بیٹے مروان پر اگر میرے ہاں سو بیٹے بھی پیدا ہوں تو سب کا نام علی ہی رکھوں گا۔

(وسائل الشیعہ جلد ۱۵، صفحہ ۱۲۴)

شیعہ کے مشہور عالم باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ یزید پلید نے حضرت امام زین العابدین سے کہا تعجب ہے کہ تمہارے باپ نے اپنے سب بیٹوں کا نام علی رکھا ہے تو حضرت امام نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار اپنے والد ماجد سے بہت محبت رکھتے تھے اس سبب سے ان کا اسم مبارک اپنی اولاد پر مکرر رکھا۔ (بحار الانوار، جلد ۲، صفحہ نمبر ۵۲ ۴، مطبوعہ محفوظ بک ایجنسی کراچی)

اب اہل بیت کی محبت کا دم بھرنے والے غور کریں کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ میرے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کی محبت کی وجہ سے اپنی اولاد کا نام بار بار علی رکھا ہے اسی لئے آپ کے ایک بیٹے کا نام علی اکبر ہے، دوسرے کا نام علی اوسط اور تیسرے کا نام علی اصغر تھا۔ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے جواب سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ اولاد کے نام اُسی شخص کے نام پر رکھے جاتے ہیں جس سے پیار و محبت ہوتا ہے تو پھر جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی جملہ اولاد نے اپنی اولاد کے نام خلفاءِ ثلاثہ کے ناموں پر رکھے ہیں تو محبت ہی کی وجہ سے رکھے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

اسماءِ آئمہ اہل بیت اور اسماءِ خلفاءِ ثلاثہ

اولادِ حضرت علی رضی اللہ عنہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں چودہ بیٹے اور انیس بیٹیاں تھیں۔ بیٹوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں

(۱) حسن (۲) حسین (۳) علی اکبر (۴) عمر (۵) عباس (۶) جعفر (۷) عثمان (۸) عبداللہ (۹) ابوبکر (۱۰) عبیداللہ (۱۱) یحییٰ (۱۲) علی اصغر (۱۳) علی اوسط۔

(مجمع الفضائل ترجمہ مناقب ابن شہر آشوب جلد دوم صفحہ نمبر ۵۲۷، کشف الغمہ جلد دوم صفحہ ۶۸، مطبوعہ بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کا نام عمر، دوسرے کا نام عثمان اور تیسرے کا نام ابوبکر تھا اور آپ کے یہ تینوں بیٹے ابوبکر، عمر اور عثمان میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔

(جلاء العیون جلد دوم، صفحہ نمبر ۲۴۴، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵، صفحہ ۱۲۸)

اولادِ امام حسن رضی اللہ عنہ: اعلام الوری میں ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی سولہ اولادیں تھیں۔

(۱) زید (۲) حسن (۳) عمر (۴) قاسم (۵) عبداللہ (۶) عبدالرحمان (۷) حسین (۸) طلحہ (۹) عبیداللہ (۱۰) ابوبکر (۱۱) ام الحسن (۱۲) ام الحسین (۱۳) فاطمہ (۱۴) ام عبداللہ (۱۵) ام سلمہ (۱۶) رقیہ۔

(بحارالانوار، ج ۱۰، ص ۴۲۹)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے دونوں صاحبزادے حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔ (مدینہ سے مدینہ تک، مصنف آیت اللہ سید جواد تہرانی، ص ۳۹۶)

اولادِ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے کا نام عمر تھا وہ میدانِ کربلا میں شہید ہوئے۔ (مجمع الفضائل ترجمہ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۵، ص ۱۳۶)

اولادِ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ: آپ کے بارہ فرزند تھے اور ایک ہی بیٹی تھی ایک قول ہے کہ آپ کی تین بیٹیاں تھیں آپ کی مندرجہ ذیل اولاد تھیں۔

عبداللہ، زید شہید کوفہ، عمر، عبدالرحمان، سلیمان، حسین، عبیداللہ، اصغر، حسن، محمد اصغر، علی، خدیجہ، فاطمہ اور ام کلثوم۔ (کشف الغمہ، ج ۲، ص ۳۰۱ مطبوعہ بیروت، بحارالانوار، ج ۶، ص ۱۷۴ تا ۱۷۵)

ملا باقر مجلسی نے بحار الانوار میں پانچ روایتیں نقل کیں ہیں جن میں آپ کے ایک صاحبزادے کا نام عمر تھا

اولادِ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ: حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں فرزندان و دختران سب مل کر سینتیس اولادیں تھیں جن میں آپ کے اٹھارہ بیٹے اور انیس بیٹیاں تھیں بیٹیوں کے نام مندرجہ ذیل ہیں

(۱) فاطمہ کبری (۲) فاطمہ صغری (۳) رقیہ (۴) حکیمہ (۵) ام ابیہا (۶) رقیہ صغری (۷) کلثوم (۸) اُم جعفر (۹) لبابہ (۱۰) زینب (۱۱) خدیجہ (۱۲) عائشہ (۱۳) آمنہ (۱۴) حسنہ (۱۵) علیہ (۱۶) بریہہ (۱۷) ام سلمہ (۱۸) میمونہ (۱۹) ام کلثوم۔

(بحار الانوار، ج ۷، ص ۳۲۳، کشف الغمہ ج ۳، ص ۲۹ مطبوعہ بیروت، کتاب الارشاد ص ۲۹۷)

مندرجہ بالا ناموں سے معلوم ہوا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھا تھا۔

اولادِ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ: محمد بن طلحہ کا بیان ہے کہ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی چھ اولادیں تھیں جن میں پانچ لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

محمد القانع، حسن، جعفر، ابراہیم، حسین اور عائشہ

دوسری روایت عبد العزیز اخضر سے ہے اس میں بھی ایک ہی بیٹی ہے اور اس کا نام عائشہ ہے۔ تیسری روایت ابن خشاب سے ہے اس میں بھی ایک ہی بیٹی ہے اور اس کا نام عائشہ ہے۔

(کشف الغمہ، ج ۳، ص ۶۰ مطبوعہ بیروت، بحار الانوار، ج ۵، ص ۲۴۶ مطبوعہ محفوظ بک ایجنسی کراچی)

اولادِ امام علی نقی رضی اللہ عنہ: کتاب اعلام الوری میں ہے کہ حضرت ابو الحسن امام علی نقی رضی اللہ عنہ نے اپنی اولاد میں اپنے چار فرزند اور ایک دختر چھوڑی ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں

(۱) حضرت امام حسن عسکری (۲) حسین (۳) محمد (۴) جعفر کذاب (۵) عائشہ۔

(کشف الغمہ ج ۳، ص ۱۷۷، کتاب الارشاد شیخ مفید ص ۴۳۶، بحار الانوار باقر مجلسی، ج ۹ ص ۲۰۸)

اب غور کریں کہ حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ کی ایک ہی بیٹی تھی آپ نے اس کا نام عائشہ رکھا۔ اسی طرح حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی اکلوتی بیٹی کا نام عائشہ رکھا تھا اور حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی ایک بیٹی کا نام عائشہ رکھا تھا۔ اب حضرت امام علی رضی اللہ عنہ اپنی اکلوتی بیٹی کا نام فاطمہ، زینب یا اُم

کلثوم بھی رکھ سکتے تھے اور ہر امام نے اپنی بیٹی کا نام فاطمہ رکھا ہے مگر آپ نے اپنی بیٹی کا نام عائشہ رکھا ہے۔ معلوم ہوا کہ آئمہ اہل بیت عائشہ اور فاطمہ میں فرق نہیں سمجھتے تھے، عائشہ اور زینب میں فرق نہیں سمجھتے تھے لیکن آج حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے ماننے والوں کو عائشہ کے نام سے اتنی نفرت و عداوت ہے کہ وہ عائشہ کا نام اپنی کتیا پر رکھ رہے ہیں۔ (استغفر اللہ العظیم) ادھر محبت اہل بیت کا دعوی بھی ہے اور ساتھ ہی ان کی اتباع سے روگردانی بھی۔ ائمہ اہل بیت کی اولاد بھی اپنی کئی پشتوں تک اپنی اولادوں کے نام ابوبکر و عمر رکھتے رہے ہیں مثلاً ''عمر بن حسن بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنیٰ بن امام حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم'' (بحار الانوار جلد ۷، صفحہ ۱۷۷)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پوتے کا نام حسن مثلث تھا اور حسن مثلث کے پوتے کا نام حسن تھا اور حسن کے بیٹے کا نام عمر تھا۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے بیٹے کا نام عمر تھا اور عمر کا بیٹا حسن تھا اور حسن کے بیٹے کا نام عمر تھا یعنی عمر بن حسن بن عمر بن علی زین العابدین بن امام حسین بن علی بن ابی طالب۔

(بحار الانوار، ج ۵، ص ۲۴۶)

اب غور کریں کہ ائمہ اہل بیت کئی کئی پشتوں تک اپنے بیٹوں کا نام عمر رکھ رہے ہیں۔ اگر خدانخواستہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا گھر جلایا ہوتا یا آپ کو طمانچے مارے ہوتے یا آپ کی بے حرمتی کی ہوتی یا آپ کا حق غصب کیا ہوتا یا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گردن میں رسی ڈال کر گھسیٹا ہوتا یا آپ کا حق خلافت غصب کیا ہوتا تو کبھی بھی ائمہ اہل بیت اپنی اولادوں کے نام خلفاء ثلاثہ کے ناموں پر نہ رکھتے اور اپنے ماننے والوں کو بھی فرماتے کہ خبردار اپنے لڑکوں کا نام عمر نہ رکھنا کیونکہ وہ ہمارے دشمن تھے بلکہ اس کے برعکس آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم اپنے عقیدت مندوں اور خادموں کو تلقین و نصیحت کرتے رہے کہ جب تمہارا لڑکا پیدا ہو تو اُس کا نام عمر رکھنا۔

شیعہ کے عالم باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ احمد بن عمرہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میری زوجہ حاملہ تھی میں نے عرض کیا کہ میں اپنی زوجہ کو حاملہ چھوڑ کر آیا ہوں آپ

دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے فرزند عطا فرمائے تو آپ نے ارشاد فرمایا فرزند ہی پیدا ہوگا اس کا نام عمر رکھنا ۔ میں نے عرض کیا کہ میری نیت تو علی رکھنے کی ہے اور میں اپنی زوجہ سے کہہ بھی آیا ہوں کہ اگر لڑکا پیدا ہو تو علی نام رکھنا۔ امام نے بار بار فرمایا نہیں بلکہ اس کا نام عمر رکھنا چنانچہ جب میں کوفہ سے واپس اپنے وطن پہنچا تو لڑکا پیدا ہو چکا تھا میرے کہنے کے بموجب اُس کا نام علی رکھ دیا گیا تھا میں نے اس کا نام بدل کر عمر رکھ لیا۔ (بحار الانوار، ج ۵، ص ۴۵)

بکر بن صالح کہتے ہیں کہ میں حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری زوجہ جو محمد بن سنان کی بہن ہے وہ حاملہ ہے دعا فرمائیں کہ فرزند پیدا ہو تو آپ نے فرمایا حمل میں دو بچے ہیں لڑکے کا نام علی رکھنا اور لڑکی کا نام ام عمر رکھنا۔ (بحار الانوار، ج ۵، ص ۴۵)

اب اہل بیت کی جھوٹی محبت کا دم بھرنے والے مندرجہ بالا واقعات پر غور فرمائیں کہ ایک آدمی اپنے بیٹے کا نام علی رکھ دیتا ہے مگر حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ بار بار فرماتے ہیں کہ عمر نام رکھنا اور بکر بن صالح کو آپ فرما رہے ہیں کہ لڑکی کا نام اُم عمر رکھنا۔ اب ان واقعات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اہل بیت کے دشمن تھے اگر حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ سمجھتے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ معاذ اللہ اہل بیت کے دشمن تھے تو کبھی بھی عمر نام رکھنے کا حکم نہ فرماتے۔ اگر کوئی شخص عمر نام رکھتا تو آپ منع فرما دیتے کہ یہ نام نہ رکھو یہ تو ہمارے دشمن کا نام ہے۔

قابل توجہ نکتہ: محبت اہل بیت کا دم بھرنے والے شیعہ حضرات کیا آج اپنی اولاد کا نام یزید، شمر، ابن زیاد رکھنے کو تیار ہیں یقیناً اس کا جواب نفی میں ہوگا۔ شیعہ کہیں گے کہ ہماری غیرت گوارا نہیں کرتی اگر آج کے شیعوں کی غیرت اتنی ہے کہ وہ اپنی اولاد کے نام اپنے دشمنوں کے نام پر رکھنے کے لئے تیار نہیں تو پھر کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد کی غیرت وحمیت ان نہاد شیعوں جیسی بھی نہیں ہے۔

ناموں کا موثر اور بابرکت ہونا: آج اگر شیعہ حضرات کو کہا جائے کہ آئمہ اہل بیت نے اپنی اولادوں کے نام خلفاء ثلاثہ کے ناموں پر رکھے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ نادانو! ناموں میں کیا رکھا ہے؟ مطلب مسمّیٰ سے ہے ناموں میں کیا خوبی وخامی ہوتی ہے بلکہ خوبی وخامی تو مسمّیٰ میں ہوتی

ہے۔شیعہ حضرات کا ایسا کہنا بالکل غلط ہے بلکہ ناموں میں بھی بڑی تاثیر ہوتی ہے اور آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم تو ناموں کا بھی ادب واحترام کرنے کا حکم فرماتے تھے۔

(۱) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اپنے بچے کا نام محمد رکھو تو پھر اس بچے کو گالی نہ دیا کرو نہ اُسے مارو اور نہ ہی اس سے کوئی بُرا سلوک کرو۔

(وسائل الشیعہ، ج۱۵،ص ۱۲۳)

(۲) باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس لڑکے کا نام محمد رکھو تو پھر اس کی عزت زیادہ کرو اُس کے لئے محفل میں جگہ چھوڑ دو اور اُس سے تُرش رَوی سے پیش نہ آؤ۔

(حلیۃ المتقین ص ۹۴ باب چہارم، فصل ہشتم در بیان احکام ایام حمل۔تہذیب الاسلام ص ۱۵۶۔جامع الاخبار، ص ۲۱۶)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ فرمان پر غور کریں گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ اس کے کام نہ دیکھو اس کا نام دیکھو، نام کی عزت کرو۔حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو فاطمہ کے نام کے ادب کا بھی حکم دیتے تھے۔

(۳) سکونی کہتے ہیں کہ جب میری بیٹی پیدا ہوئی تو میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔امام نے پوچھا تم نے بیٹی کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے عرض کی فاطمہ تو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے سن کر تین بار فرمایا "آہ، آہ، آہ" پھر فرمایا جب تم نے اس کا نام فاطمہ رکھا ہے تو نہ اُسے گالی دینا، نہ لعنت کرنا اور نہ ہی اُسے مارنا۔ (وسائل الشیعہ، ج۱۵،ص ۱۶۹)

یہ تو نام کے ادب کی بات تھی بلکہ نام میں بھی تو بڑی برکت اور تاثیر ہوتی ہے۔

دیوبندی اور وہابی حضرات بھی غور کریں کیونکہ یہ بھی نام کی برکت اور اس کی تاثیر کے انکاری ہیں۔امام جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ اس نے کہا جمرہ یعنی چنگاری۔پھر پوچھا باپ کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا شعلہ۔پھر پوچھا کس قبیلہ سے تعلق ہے؟ اس نے کہا حرقہ یعنی جلن۔پھر پوچھا رہتے کہاں ہو؟ اس نے کہا حرہ یعنی گرمی۔پھر پوچھا محلے کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا لظی یعنی بھڑکنے والی۔یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گھر جاؤ اور اپنے اہل وعیال کی خبر لو وہ جل رہے ہیں تو پھر اس شخص نے اپنے گھر

جا کر دیکھا کہ گھر بار جل رہا ہے اور اس کے اہل وعیال جل چکے تھے۔(تاریخ الخلفاء، ص ۱۲۹، مطبوعہ کراچی)

محمد ابراہیم دہلوی دیوبندی نے مذکورہ روایت احسن المواعظ میں نقل کر کے لکھا ہے کہ نام کی تاثیر مسمّٰی میں لازمی ہوتی ہے اور مسمّٰی کے باطن میں نیک یا بدنام کی تاثیر ہوتی ہے جو کبھی کسی وجہ سے ظاہر بھی ہو جاتی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بُرے اور بے معنی ناموں کو بدل دیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ حضرت حلیمہ کا اچھا نام اور اُن کی بنی سعد نامی قوم کا لقب سن کر بہت خوش ہوئے کیونکہ نام کی تاثیر مسمّٰی میں اور دودھ کی تاثیر بچہ میں ضرور ہوتی ہے۔(احسن المواعظ، ص ۳۸، مطبوعہ ایچ ایم سعید کراچی)

علماء دیوبند کے پیر شبیر احمد بن عبداللطیف کتاب ''حرف یا محبت اور باعث رحمت ہے''میں نقل کرتے ہیں کہ علامہ انور شاہ کاشمیری نے بیاض عملیات میں لکھا ہے کہ جو شخص احتلام سے بچنا چاہے تو سوتے وقت شہادت کی انگلی سے اپنے سینے پر یا عمر اس طرح لکھے کہ پڑھنے والے کے سامنے سیدھا ہو تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کثرتِ احتلام کا مرض جاتا رہے گا۔ (حرف یا، ص ۹۹)

وہابیوں کے محدث نواب صدیق حسن خان بھوپالی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا پاؤں سن ہو گیا جب انہوں نے یا محمد کہا تو فوراً پاؤں ٹھیک ہو گیا اور ابن السنی کہتے ہیں کہ جب کسی شخص کو ایسی کیفیت پیش آئے تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہے تو فی الفور عذر جاتا رہے گا سلف کو اس کا تجربہ ہوا ہے۔

(کتاب التعویزات ترجمہ الداء والدواء، ص ۵۴، مطبوعہ لاہور)

اب دیوبندی اور وہابی حضرات بھی ان مذکورہ واقعات پر غور کریں کہ انسان کو احتلام شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے، شیطان حضرت عمر کے نام سے اتنا خوفزدہ ہوتا ہے کہ وہ مارے ڈر کے اُس آدمی کے نزدیک ہی نہیں آتا جس نے سونے سے پہلے اپنے سینے پر یا عمر لکھا ہوتا ہے اور جس آدمی کا پاؤں سن ہو جائے اگر وہ یا محمد کہہ دے تو فوراً اُس کا پاؤں ٹھیک ہو جائے۔ اب وہ خود سوچیں کہ نام میں کتنی تاثیر ہے جب نام میں اتنی تاثیر ہے تو ذات میں کتنی تاثیر اور برکت ہوگی جب نام مشکل کشا ہے تو پھر ذات کتنی مشکل کشا ہوگی۔

شیعہ حضرات بھی کہتے ہیں کہ نام میں کیا رکھا ہے؟ شیعوں کے محدث شیخ صدوق نے اپنی کتاب عیون الاخبار میں لکھا ہے کہ ابوالصلت ہروی کہتے ہیں

قال ابو الصلت حدثنی علی بن موسی الرضا و کان واللہ رضی کما سمی عن ابیہ موسیٰ بن جعفر عن ابیہ جعفر بن محمد عن ابیہ محمد بن علی عن ابیہ علی بن الحسین عن ابیہ الحسین بن علی عن ابیہ علی بن ابی طالب علیہم السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان اقرار باللسان و معرفۃ بالقلب و عمل بالارکان قال ابو صلت لو قرء ھذا الاسناد علی مجنون لبرأ۔

(امالی شیخ صدوق، ج ۱ ص ۵۴۱، عیون الاخبار الرضا، ج ۱ ص ۳۹۸، بحار الانوار، ج ۶ ص ۲۷۶)

ابوصلت بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے یہ حدیث امام علی رضا نے بیان کی اور خدا کی قسم وہ اپنے نام کے مطابق رضا تھے انہوں نے اپنے والد موسیٰ کاظم سے، انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق سے، انہوں نے اپنے والد امام محمد باقر سے، انہوں نے اپنے والد امام زین العابدین سے، انہوں نے اپنے والد امام حسین سے، انہوں نے اپنے والد حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایمان زبانی اقرار، دل سے معرفت اور عمل بالارکان کا نام ہے۔ ابوصلت کہتے ہیں کہ اگر اس حدیث کے اسناد کو کسی دیوانہ پر بھی پڑھا جائے تو وہ بھی تندرست ہو جائے گا۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے شیخ صدوق نے عیون الاخبار میں لکھا ہے کہ ''یعنی امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مبارک نام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام تک یہ پاکیزہ اسماء کو کسی دیوانہ پر بھی دم کیا جائے تو ان پاکیزہ ناموں کی برکت سے وہ شفاء یاب ہو جائے گا۔ دوسرے مقام پر لکھا ہے کہ جب یہ نام پاگلوں پر پڑھے جاتے ہیں تو وہ تندرست ہو جاتے ہیں۔ (عیون الاخبار، ج ۱ ص ۳۹۹، مطبوعہ کراچی)

حسن بن جہم نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ کو ولی عہدی کی بیعت ہو گئی تو مامون منبر پر آیا اور کہنے لگا لوگو! یہ علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب کی بیعت ہے خدا کی قسم اگر یہی نام گونگے اور بہرے اشخاص پر بھی دم کر دیئے جائیں تو وہ بھی خدا کے حکم سے تندرست ہو جائیں گے۔ (عیون الاخبار، ج ۲ ص ۳۰۷)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب کسی عورت کو حمل رہے اور چار مہینے کا ہو جائے تو اس

کا منہ قبلہ کی طرف کر کے آیۃ الکرسی پڑھو۔ پھر اُس عورت کے پہلو پر ہاتھ مار کے کہو" اللھم انی سمیتہ محمداً" یا اللہ میں نے اس جنین کا نام محمد رکھا تو اللہ تعالیٰ اس نام کی برکت سے اُس جنین کو بیٹا کر دے گا۔ (تہذیب الاسلام، ص ۱۴۹۔ حلیۃ المتقین، ص ۸۹ باب چہارم فصل ہفتم درادعیہ طلبہ فرزند)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو حاملہ عورت یہ نیت کرے میں اپنے بچے کا نام محمد یا علی پر رکھونگی تو اُس کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اُس بچے کا نام علی رکھو تو اس کی عمر بڑی ہوگی۔

(تہذیب الاسلام، ص ۱۴۹۔ حلیۃ المتقین، ص ۸۹ باب چہارم فصل ہفتم درادعیہ طلبہ فرزند)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کی اولاد نہ ہوتی ہو تو وہ یہ نیت کرے کہ اگر میرے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو میں اس کا نام علی رکھوں گا اور اگر حسین نام رکھنے کی نیت کرے گا تو بھی اللہ تعالیٰ اُسے بیٹا عنایت کرے گا۔ (تہذیب الاسلام، ص ۱۴۹۔ حلیۃ المتقین، ص ۸۹ باب چہارم فصل ہفتم درادعیہ طلبہ فرزند)

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں مندرجہ ذیل ناموں میں کوئی نام ہوگا تو اس میں فقیری اور غربت نہیں آسکتی یعنی محمد، احمد، علی، حسن، حسین، جعفر، طالب، عبداللہ، فاطمہ۔

(تہذیب الاسلام، ص ۱۵۵۔ حلیۃ المتقین، ص ۹۳، باب چہارم، فصل ہشتم در بیان احکام ایام حمل)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی گروہ آپس میں مشورہ کرتا ہو اور اس مشورے میں کوئی شخص محمد، حامد، محمود یا احمد نام کا بھی شریک ہو تو جو بات اُن کے حق میں بہتر ہوگی وہ ضرور بالضرور اُن پر ظاہر ہو جائے گی۔ (حلیۃ المتقین، ص ۲۸۷، باب یازدہم، فصل یازدہم در مشورات کردن بالبرادران مومن وآداب آں۔ تہذیب الاسلام، ص ۴۶۵)

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی کسی کنیز کے ہاں جب بچہ جنم دینے میں دیر ہو جاتی تھی تو آپ اُس سے فرماتے تھے کہ اے فلانہ! نیت کر کہ اگر بچہ ہوا تو اس کا نام علی رکھوں گی۔ جب وہ ایسا کرتی بس زیادہ دیر نہیں گزرتی تھی کہ وہ بچے کو جنم دیتی تھی۔

(وسائل الشیعہ، ج ۱۵، ص ۱۱۳)

یہ سب ناموں کی برکتوں اور تاثیر کی باتیں درج کی جارہی ہیں جن کا آج کل شیعہ حضرات انکار کرتے ہیں جیسا کہ شیعہ عالم محمد حسین ڈھکو نے اپنی کتاب تجلیات صداقت میں انکار کیا ہے اور لکھا ہے کہ ناموں

میں کیا رکھا ہے بات تو مسمی کی ہوتی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستور تھا کہ وہ لوگوں اور شہروں کے بُرے ناموں کو اچھے ناموں سے تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ (وسائل الشیعہ، ج ۱۵، ص ۱۲۱)

اگر نام میں کوئی تاثیر اور برکت نہیں ہوتی تو اُن کو تبدیل کرنے کا کیا فائدہ؟ جب ان ناموں میں تاثیر اور برکت تھی تب ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبدیل فرمائے۔

شیعہ عالم باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ کئی حدیثوں میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم، حکیم، خالد اور مالک کے نام پر نام رکھنے کو منع فرمایا ہے کہ خدا کے نزدیک سب سے بدتر یہی نام ہیں۔

(تہذیب الاسلام، ص ۱۵۵۔ وسائل الشیعہ ج ۱۵ ص ۱۲۶۔ حلیۃ المتقین ص ۹۳، باب چہارم، فصل ہشتم در بیان احکام ایام حمل)

باقر مجلسی اور شیخ حر عاملی کے مطابق مذکورہ چار نام اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ اور بدتر ہیں تو پھر اگر اچھا یا برا اسمی ہوتا ہے تو ناموں کے بدتر یا بُرا ہونے کا کیا مطلب ہے؟ معلوم ہوا کہ ناموں میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔

محمد حسین ممتاز لکھنوی شیعی نے اصلاح الشیعہ میں لکھا ہے کہ نامِ علی بابرکت ہے ویسے ہر معصوم کا نام بابرکت ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اسم مبارک باعث برکت اور عجیب وغریب اثرات رکھتا ہے اس نام کا نعرہ بلند کرنا علامتِ ایمان، دل کی پاکیزگی اور دنیا و آخرت کا ثواب ہے۔ (اصلاح الشیعہ، ص ۲۴۸، مطبوعہ لاہور)

مندرجہ بالا شیعہ کتب سے نقل کیا گیا کہ نام بھی اپنے اندر عجیب وغریب اثرات رکھتے ہیں۔ شیعہ کا یہ کہنا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے نام جو خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھے تھے اس سے خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی عظمت اور ان سے محبت کا اظہار نہیں ہوتا یہ صرف شیعہ حضرات کی جہالت اور خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی عظمت کا انکار ہے۔ اہل تشیع کے نزدیک خلفاءِ ثلاثہ اور اہل بیت کے دشمن اور اُن کا حق غصب کرنے والے تھے اور آئمہ اہل بیت کے دشمنوں کے نام اپنی اولاد پر رکھنا شیطان کو خوش کرنا ہے جیسا کہ باقر مجلسی اور حر عاملی نے لکھا ہے کہ:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ابن صغیر سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ عرض کیا محمد پھر پوچھا

کنیت کیا ہے؟ عرض کی علی تو امام نے فرمایا تو شیطان سے سخت حفاظت میں ہوگیا ہے کیونکہ جب شیطان سنتا ہے کہ کوئی شخص کسی کو محمد یا علی کہہ کر پکار رہا ہے تو وہ اس طرح پگھل جاتا ہے جس طرح قلعی پگھلتی ہے اور جب کسی شخص کا نام ہمارے دشمنوں کے نام پر ہوتا ہے تو شیطان یہ نام سن کر خوش ہوتا ہے اور فخر کرتا ہے۔ (تہذیب الاسلام ترجمہ حلیۃ المتقین، ص ۱۵۵، وسائل الشیعہ ج ۱۵، ص ۱۲۲۔ حلیۃ المتقین، ص ۹۳، باب چہارم، فصل ہشتم در بیان احکام ایام حمل)

اہل بیت کی جھوٹی محبت کا دم بھرنے والے اب تو نام کی تاثیر اور برکت کا انکار نہیں کر سکتے کیونکہ بعض نام شیطان کو مغموم اور دکھ پہنچا سکتے ہیں اور بعض نام اُس کو خوشی اور راحت پہنچا دیتے ہیں یہی حال آج کل کے شیعہ اور محبانِ اہل بیت کے جھوٹے دعویداروں کا بھی ہے جو خلفاء ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ناموں سے نفرت کرتے ہیں اور یہ نام سن کر ان کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔

مخالفین کے ناموں کے ساتھ شیعوں کا سلوک: مفتی جعفر حسین نے لکھا ہے کہ نہج البلاغہ کے مرتب کردہ سید شریف رضی نے بچپن میں اپنے استاد حسن ابن عبداللہ سیرانی سے قواعد نحو پڑھے۔ ایک دن حلقہ درس میں نحوی اعراب کی مشق کراتے ہوئے استاد نے سید رضی سے پوچھا کہ ''اذا قلنا رأیت عمر فما علامۃ نصب عمر'' جب ہم رأیت عمر کہیں تو اس میں علامت نصب کیا ہوگی؟ تو سید رضی نے برجستہ جواب دیا ''بغض علی'' اس جواب پر حسن ابن عبداللہ اور دوسرے لوگ ان کی ذہانت وطباعی پر حیران رہ گئے۔ (نہج البلاغہ مترجم مفتی جعفر حسین، ص ۵۶)

اب شیعہ حضرات غور کریں کہ ان کے نزدیک نام کی کتنی اہمیت ہے۔ عمر کا نام سن کر سید رضی کے ہوش وحواس اُڑ جاتے ہیں اور عربی علامت بتانے کے بجائے بغض علی کہہ کر گویا اس بات کا اعلان کر دیتے ہیں کہ جس شخص کا نام عمر ہوگا اُسی کے دل میں بغض علی ہوگا۔

شیعہ حضرات غور کریں کہ جب نہج البلاغہ کو مرتب سید رضی کے دل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اتنا بغض وعناد ہے تو پھر ایسے تشدد پسند شخص نے مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خطبات وفرامین میں کتنی تحریف کی ہوگی اور کئی من گھڑت خطبے نقل کئے ہوں گے۔

شیعہ کے عالم قاضی نور اللہ شوشتری نے مجالس المومنین میں لکھا ہے کہ اہل قم پکے شیعہ ہیں اور وہ اپنی اولاد کا نام خلفاءِ ثلاثہ کے ناموں پر کبھی نہیں رکھتے۔ (مجالس المومنین، ج۱،ص ۱۵۹، مطبوعہ کراچی)

قاضی نور اللہ شوشتری شیعی نے مجالس المومنین میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ عمر نامی ایک شخص قم میں گیا جب کسی نے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام عمر بتایا۔ یہ سن کر اہل قم اُسے مارنے لگ گئے کسی نے مارنے والوں سے کہا اس کا نام عمر نہیں عمران ہے اسے چھوڑ دو لیکن مارنے والوں نے کہا اس کا نام تو عمر ہے البتہ اس نے عثمان سے الف نون چوری کر کے اپنے نام میں لگا دیا ہے اور یوں یہ شخص دوآتشہ بن چکا ہے لہٰذا اب ہم اسے ضرور ماریں گے۔ (مجالس المومنین ج ۱، ص ۱۶۲)

ابن علقمی کے وظیفہ خوار ابن ابی الحدید معتزلی شیعی نے اپنی مشہور کتاب شرح نہج البلاغہ میں نقل کیا ہے کہ ربیع وزیر شیعہ مذہب رکھتا تھا اس کے پاس دو شخص آئے جو اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لئے آئے تھے جن میں ایک نام علی تھا اور دوسرے کا معاویہ تھا تو وزیر نے معاویہ نامی شخص کے خلاف شہادت اور ثبوت مہیا ہوئے بغیر ہی اس کو سو کوڑے لگا دیئے۔ جب معاویہ نامی شخص کو یہ بات سمجھ آگئی کہ میرے ساتھ یہ ناروا اور غیر منصفانہ سلوک معاویہ نام کی وجہ سے ہوا ہے تو اس نے وزیر ربیع سے کہا کہ میرے مدمقابل اور خصم کی کنیت تو دریافت کرو اور اس کی کنیت ابو عبدالرحمن تھی جو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کنیت تھی تو اس وزیر نے اسے بھی زمین پر لٹا کر سو کوڑے لگا دیئے تو معاویہ نام والے شخص نے دوسرے سے کہا جو کچھ تو نے مجھ سے میرے نام کی وجہ سے حاصل کیا تھا وہ میں نے تیری کنیت کے ذریعے واپس لے لیا ہے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۱۸، ص ۳۷۱، بحوالہ تحفہ حسینیہ ج ۳، ص ۳۷۹)

شیعہ حضرات مندرجہ بالا واقعات پر غور کریں کہ ناموں میں کچھ رکھا ہے یا نہیں اور عمر و معاویہ کے ناموں پر کس طرح برہم ہو کر غیظ و غضب کا نشانہ بناتے ہیں۔

قاضی نور اللہ شوشتری نے مجالس المومنین میں نقل کیا ہے کہ ملا عبید زاکانی کے بعض رسائل میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے کاشان میں ایک گدھا فروخت کیا۔ رسید لکھنے والے نے رسید لکھنا چاہی تو اس نے فروخت کنندہ سے نام دریافت کیا اس نے کہا ابوبکر، اس نے پوچھا تیرے والد کا نام کیا ہے تو اس نے

جواب دیا عمر تو پھر اس نے پوچھا تیرے دادا کا کیا نام ہے تو اس نے جواب دیا عثمان تو راہداری کی رسید لکھنے والا حیران رہ گیا اور کہنے لگا کیا لکھوں تو دلال نے کہا تو بھی گھاس کھاتا ہے یوں لکھ دے خاکستری رنگ والے گدھے کا مالک۔ (مجالس المومنین، ج ا، ص ۳۹، مطبوعہ تہران)

قاضی نور اللہ شوشتری شیعی نے لکھا ہے کہ جبل عامل ملک شام کا ایک علاقہ ہے۔ اس علاقہ کے اہل ایمان (شیعہ) دشمنانِ آلِ محمد سے شدید نفرت کرتے ہیں اگر ان میں سے کسی کو یہ کہہ دیا جائے کہ تیرے کوزے میں ابوبکر ہے تو وہ کوزے کے پانی کو زمین پر انڈیل دے گا۔ اُن کے اسی مذہبی تعصب کی وجہ سے لوگ ان کا خوب مذاق اڑاتے تھے اور بعض اوقات نوبت یہاں تک پہنچتی تھی کہ جبل عامل کا کوئی شیعہ آٹے کی بوری سر پر اُٹھائے جا رہا ہوتا تو لوگ کہتے بھائی خیال رکھنا اس بوری میں ابوبکر ہے تو وہ بوری کو پلٹ دیتا اور کہتا اس کا کھانا حرام ہے الغرض کافی دنوں تک لوگ ان سے یہ مذاق کرتے رہے۔

(مجالس المومنین، ج ا، ص ۳۳ مطبوعہ تہران، ص ۱۵۰ مطبوعہ کراچی اردو)

شیعہ حضرات ان واقعات پر غور کریں کہ اُن کے نزدیک نام کی کتنی اہمیت ہے۔ بقول قاضی نور اللہ شوشتری کے اگر جبل عامل کے شیعوں کو کہا جائے کہ تیرے پانی کے لوٹے میں ابوبکر ہے تو ان کو ابوبکر کے نام سے اتنی نفرت ہے کہ وہ اس لوٹے کے پانی کا استعمال کرنا گوارا نہیں کرتے بلکہ انڈیل دیتے ہیں اور اس پانی کو استعمال کرنا حرام سمجھتے ہیں۔ جب جبل عامل کے شیعہ پانی کے اوپر ابوبکر کا نام گوارا نہیں کرتے تو پھر وہ اپنی اولاد کے نام خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھنا کس طرح گوارا اور برداشت کر سکتے ہیں لیکن آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم تو اپنے بیٹوں کے نام خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھتے رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آج کے شیعہ آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کے راستے پر نہیں ہیں صرف اُن کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اگر ان کے دلوں میں آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی حقیقی محبت ہوتی تو یہ بھی آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی پیروی میں اپنی اولاد کے نام خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ناموں پر رکھتے اور کبھی بھی خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کو کافر اور منافق نہ کہتے بلکہ ان کی تعریف اور ان کا ذکر خیر کرتے جس طرح آئمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کرتے رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام آل و اولاد کی حقیقی محبت عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

ضربِ فاروقی بر علی زئی نجدی

مناظر اہلسنّت وکیل صحابہ مولانا محمد علی رضوی

قسط اول

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مشہور و معروف کرامت جس کا ذکر بے شمار کتب میں موجود ہے

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مشہور و معروف کرامت کا زبیر علی زئی غیر مقلد نے انکار کیا ہے پہلے ہم یہاں مکمل روایت نقل کرتے ہیں اس کے بعد غیر مقلدین کے پیشوا زبیر علی زئی کے اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں۔

شارح بخاری صاحب فتح الباری حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

عن ابن عمر قال وجه عمر جيشا وراس عليهم رجلا يدعى سارية فبينما عمر يخطب جعل ينادي يا سارية الجبل ثلاثاً ثم قدم رسول الجيش فسأله عمر فقال يا امير المؤمنين هزمنا فبينا نحن كذلك اذ سمعنا صوتاً ينادي ياسارية الجبل ثلاثاً فاسند ناظهرنا الجبل فهزمهم الله تعالى.

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج ۱، ص ۴۱۰، تذکرہ حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر روانہ فرمایا جس کا امیر حضرت ساریہ کو مقرر فرمایا حضرت عمر ایک دن خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ آپ نے دورانِ خطبہ تین مرتبہ کہا ساریہ پہاڑ کی جانب پھر اسی لشکر کا ایک قاصد آیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا وہ کہنے لگے امیر المومنین ہمیں شکست ہونے لگی تھی اس دوران ہم نے آواز سنی ساریہ پہاڑ کی جانب ہم نے پہاڑ پیٹھ کی جانب کر لیا اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی

یہ واقعہ صحیح ہے متعدد محدثین نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے غیر مقلد وھابیوں کا پیشوا زبیر علی زئی اس

روایت پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ۔

اس تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قصہ بلحاظ سند اپنے سارے طرق کیساتھ صحیح نہیں ہے بلکہ ضعیف ہے لہذا بعض علماء کا اسے حسن قرار دینا غلط ہے (مقالات، ج۱، ص ۲۸۷)

الجواب: حضرت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو درست قرار دیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ

حوالہ نمبر ا:۔ اسناد حسن (ج۱، ص ۴۱۰، الاصابہ تذکرہ حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حوالہ نمبر ۲:۔ امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وھو کما قال شیخنا اسناد حسن

(المقاصد الحسنۃ، ج۱، ص ۲۴۶)

اس روایت کی سند حسن ہے جیسا کہ ہمارے استاد ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تصریح فرمائی ہے۔

حوالہ نمبر ۳:۔ امام زرکشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وقد افرد الحافظ قطب الدین عبد الکریم الحلبی جزءً و وثق رجال ھذہ الطریق (اللآلی المنثورۃ فی الاحادیث المشھورۃ، ج۱، ص ۱۶۷)

حافظ قطب الدین عبد الکریم الحلبی نے اس روایت کے متعلق علیحدہ ایک جزء تصنیف فرمایا ہے جس میں اس روایت کے راویوں کی توثیق بیان کی گئ ہے

حوالہ نمبر ۴:۔ علامہ عجلونی رقمطراز ہیں کہ

واسنادہ کما قال الحافظ ابن حجر حسن (کشف الخفاء، ج۲، ص ۲۸۰)

اس روایت کی سند حسن ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے

حوالہ نمبر ۵:۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

والف القطب الحلبی فی صحتہ جزأً (الدرر المنتشرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ، ج۱، ص ۲۲)

علامہ قطب حلبی نے اس روایت کی صحت میں ایک جزء تصنیف فرمایا ہے

حوالہ نمبر ۶۔ قال ابن حجر فی الاصابہ اسنادہ حسن

(تاریخ الخلفاء، ج۱، ص ۵۰، تذکرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اصابہ میں فرماتے ہیں کہ اس کی سند حسن ہے

حوالہ نمبر ۷۔ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اخرج البیھقی وابو نعیم واللالکائی وابن

الاعرابی و الخطیب عن نافع عن ابن عمر باسناد حسن

(الصواعق المحرقة، ج ۱ ص ۲۹۳، الفصل السابع فی کرامة

امام بیہقی اور ابو نعیم لالکائی، ابن اعرابی اور خطیب نے حسن سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے

حوالہ نمبر ۸:۔ علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ وھذا اسناد جید حسن اس واقعہ کی سند جید حسن ہے۔

(البدایہ و النہایہ، ج ۷، ص ۱۴۷)

حوالہ نمبر ۹:۔ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ قلت عمر رضی اللہ عنہ لم یقصد اظہار ھذہ الکرامة وانما کشف لہ ورای القوم عیاناً و کان کمن ھو بینا اظہرھم او طی الارض وصارۃ بینا اظہرھم حقیقة (طبقات الشافعیة الکبری، ج ۲، ص ۲۴۱)

میں کہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کرامت کے اظہار کا قصد نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ کو کشف ہو گیا اور آپ نے لشکر کو ظاہراً دیکھ لیا گویا کہ آپ انکے سامنے موجود ہیں یا زمین لپیٹ لی گئی اور آپ حقیقۃً انکے سامنے موجود ہو گئے۔

اس حوالے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس واقعہ کو درست تسلیم کرتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۰:۔ امام ابن ماکولا حضرت ساریہ کا تعارف کراتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ

وھو الذی یقول لہ عمر یا ساریة الجبل (الاکمال، ج ۱، ص ۳۳۷، تذکرہ ساریہ)

یہ وہی ساریہ ہیں جنکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یا ساریۃ الجبل کہہ کر پکارا تھا۔

حضرت امام ابن ماکولا کے انداز سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ بھی اس واقعہ کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔

حوالہ نمبر ۱۱:۔ اسی طرح حافظ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ ابو ایاس الدیلی کا تعارف کراتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

وعمہ ساریة بن زنیم الذی قال فیہ عمر بن الخطاب یا ساریة الجبل الجبل

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، ج ۲، ص ۱۰، تذکرہ ابو ایاس الدیلی) اُن کے چچا ساریہ بن زنیم ہیں یہ وہی ساریہ ہیں جنہیں حضرت عمر نے یا ساریۃ الجبل الجبل کہا تھا۔

حوالہ نمبر ۱۲:۔ اسی طرح علامہ صفدی بھی ان کا تعارف کراتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ وھو الذی

ناداہ عمر بن الخطاب من منبر رسول اللہ ﷺ بالمدینة وھو بفارس یاساریة الجبل

(الوافی بالوفیات، ج۵ص۱۹، ابوزنیم الصحابی)

یہ حضرت ساریہ وہی ہیں جنکو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں منبرِ رسول ﷺ سے کہا یا ساریۃ الجبل جبکہ حضرت ساریہ فارس میں تھے۔

حوالہ نمبر ۱۳:۔ علامہ عزالدین النابلسی نے اس واقعہ کو ایک شعر میں قلمبند کیا ہے

بدت فی الدجیٰ فھتدیٰ ساریۃ　بھا عمر صاح یا ساریۃ

اندھیرے میں روشنی نمودار ہوئی اور حضرت ساریہ نے راہ پائی جب حضرت عمر نے انہیں یا ساریہ کہہ کر پکارا　(الوافی بالوفیات، ج۶ص۱۵۴، تذکرہ عزالدین النابلسی)

حوالہ نمبر ۱۴:۔ علامہ ابوزکریا محی الدین بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ومن المشھورات من کرامات عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان یخطب یوم الجمعة بالمدینة فقال فی خطبة یاساریة بن حصین الجبل الجبل (تھذیب الاسماء، ج۱ص۵۳، تذکرہ حضرت عمر)

آپکی مشہور کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے کہ آپ مدینہ میں جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے اسی دوران آپ نے کہا یا ساریہ بن الحصین الجبل الجبل

حوالہ نمبر ۱۵:۔ امام ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ساریہ کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وھو الذی ناداہ عمر بن الخطاب من منبر رسول ﷺ بالمدینة وھو بفارس یاساریة الجبل

(تاریخ دمشق، ج۲۰ص۴۵، تذکرہ حضرت ساریہ)

یہ وہی حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کو حضرت عمر منبر نبوی سے یا ساریہ الجبل کہہ کر پکارا تھا جبکہ حضرت عمر اس وقت مدینہ طیبہ میں اور حضرت ساریہ ارض فارس میں تھے۔

حوالہ نمبر ۱۶:۔ علامہ ابن اثیر الجزری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کا اسی طرح تعارف کروایا ہے۔

(اسد الغابہ، ج۱ص۴۰۸، تذکرہ حضرت ساریہ)

حوالہ نمبر ۱۷:۔ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ وقد ثبت فی الصحیح ان رسول اللہ ﷺ قال ان فیکم محدثین وان منھم عمر وقد وقع لاصحابہ من ذالک وقائع معروفة تشھد

بذالک فی مثل قول عمر رضی اللہ عنہ یا ساریۃ الجبل

(مقدمہ ابن خلدون، ج۱ص ۵۰، المقدمۃ السادسۃ)

صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بیشک تم لوگوں میں محدث ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک ہیں اور صحابہ کے اس طرح کے بہت واقعہ مشہور ہیں جو اس چیز کی گواہی دیتے ہیں جیسے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا قول یا ساریہ الجبل

حوالہ نمبر ۱۸:۔ علامہ ابن سید الناس نے حضرت ساریہ کا تعارف اسی روایت سے کروایا ہے۔

(عیون الاثر جلد ۱، صفحہ ۲۵۲)

حوالہ نمبر ۱۹:۔ علامہ صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ الباب الثالث فی بعض آیات وقعت الامیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ من ذالک وھو قولہ علی المنبر یا ساریۃ الجبل (سبل الھدیٰ والرشاد، ج۱۰ص ۲۴۰)

تیسرا باب: ان بعض کرامتوں کے بارے میں ہے جو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے صادر ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ منبر پر تھے اور آپ نے کہا یا ساریہ الجبل

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی یہ واقعہ درست ہے۔ مزید آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ۔ ومن کرامتہ قصۃ ساریۃ المشھورۃ (سبل الھدیٰ والرشاد، ج۱۱ص ۲۷۰)

آپ کی کرامتوں میں سے قصہ ساریہ بہت مشہور ہے۔

حوالہ نمبر ۲۰:۔ علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واما عمر رضی اللہ عنہ فقد ظھرت انواع کثیرۃ من کراماتہ واحدھا ماروی انہ بعث جیشاً وامر علیھم رجلاً یدعیٰ ساریۃ بن الحصین فبینا عمر یوم الجمعۃ یخطب جعل یصیح فی خطبۃ وھو علی المنبر یا ساریۃ الجبل الجبل

(تفسیر رازی، ج۱۰ص ۱۶۷، سورۃ کہف آیۃ ۹) (تفسیر نیشاپوری، ج۵ص ۱۶۷)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بے شمار کرامتیں صادر ہوئی ہیں ان میں سے ایک کرامت یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ایک لشکر کو بھیجا جس کے امیر حضرت ساریہ بن الحصین تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے دورانِ خطبہ جبکہ آپ منبر پر تھے پکار کر کہا یا ساریہ الجبل الجبل۔

حوالہ نمبر ۲۱:۔ علامہ شربینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس واقعہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تصور کیا ہے۔
(تفسیر السراج المنیر، ج ۱، ص ۲۲۰، سورۃ کہف)

حوالہ نمبر ۲۲:۔ غیر مقلدوں کے معتمد عالم ابن تیمیہ نے بھی اس واقعہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تسلیم کیا ہے، ابن تیمیہ اپنی مشہور تصنیف اولیاء الرحمن اولیاء شیطان، ج ۱ ص ۱۲۳ پر کرامات الصحابة والتابعين کا عنوان دے کر لکھتا ہے کہ وکرامات الصحابة والتابعين بعدهم وسائر الصالحين كثيرة جداً (اولیاء الرحمن، ج ۱، ص ۱۲۳)

صحابہ اور اسکے بعد تابعین اور صلحائے امت کی بے شمار کرامتیں ہیں

اسکے بعد واقعہ ساریہ کو ذکر کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابن تیمیہ بھی اس واقعہ کو درست سمجھتا ہے اور حضرت عمر کی کرامت تصور کرتا ہے۔ (منہاج السنہ ص ۱۶۴)

حوالہ نمبر ۲۴:۔ غیر مقلد وھابیوں کے معتمد عالم ابن القیم نے بھی اس واقعہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کرامت تسلیم کیا ہے۔

(کتاب الروح، ص ۲۳۹ الفصل بين الفراسة والظن) (مدارج السالکین، ج ۳، ص ۲۲۸)

حوالہ نمبر ۲۵:۔ مشہور غیر مقلد وہابی عالم البانی نے بھی اس واقعہ کو صحیح تسلیم کیا ہے کہ والقصة صحيحة ثابتة وهى كرامة اكرم الله بها عمر (السلسلة الصحيحة، ج ۳، ص ۱۰۱ حدیث نمبر ۱۱۱۰)

یہ قصہ صحیح طور پر ثابت ہے یہ کرامت ہے جسکے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عزت بخشی۔

الآيات البينات فى عدم سماع الاموات، ج ۱، ص ۱۱۲، میں بھی اس واقع کو درست تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے وهذا اسناد جيد حسن كما قال ابن كثير فى البداية اس روایت کی سند جید حسن ہے جیسا کہ ابن کثیر نے بھی البدایہ میں کہا ہے۔

حوالہ نمبر ۲۶:۔ علامہ قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں والاثر عن امير المؤمنين عمر بن الخطاب صحيح انه قال ياسارية الجبل (الرسالة القشيريه، ج ۱، ص ۱۵۹)

حوالہ نمبر ۲۷:۔ علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ وقد دل على وقوعه لعمر اشياء كثيرة كقصة الجبل ياسارية الجبل (فیض القدیر، ج ۴، ص ۲۶۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے الھام اور کشف کے وقوع پر اشیاء کثیرہ ولالت کرتی ہیں جیسا کہ یا ساریہ الجبل والا واقعہ

حوالہ نمبر ۲۸:۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فھذہ کرامة عظیمة و منقبة جلیلة دالة علی جلالته و صحة خلافته (مرقاۃ المفاتیح، ج۱۰،ص ۲۳۱ باب فی المعجزات)

یہ آپ کی عظیم کرامت اور بڑی منقبت ہے جو کہ آپ کی بزرگی وفضیلت اور صحت خلافت پر دلالت کرتی ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ ملا علی قاری کے نزدیک بھی یہ واقعہ صحیح ہے

حوالہ نمبر ۲۹:۔ ابن جوزی نے لکھا ہے کہ والھم عمر فنادیٰ یا سارية الجبل حضرت عمر کو الھام ہوا اور آپ نے کہا یا ساریہ الجبل (تلبیس ابلیس، ج۱،ص ۳۹۲)

حوالہ نمبر ۳۰:۔ علامہ عبدالقادر بن شیخ بن عبداللہ العیدروس نے لکھا ہے کہ وعن الفاروق فی قصة سارية المشهورة قصہ ساریہ حضرت فاروق اعظم مشہور کرامت ہے (النور السافر، ج۱،ص ۴۵)

اسکے علاوہ مندرجہ ذیل علماء نے بھی اس واقعہ کو بلا نکیر اپنی کتب میں نقل کیا ہے،

(۱) علامہ ابن الجوزی نے کشف المشکل من حدیث الصحیحین، ج۱،ص ۴۹۲ میں

(۲) ابن قتیبہ نے تاویل مختلف الحدیث، ج۱،ص ۱۶۲ پر

(۳) علامہ جلال الدین السیوطی نے الخصائص الکبری، ج۲،ص ۲۴۴ پر

(۴) علامہ ذھبی نے تایخ الاسلام، ج۱،ص ۱۱۱، ج۱،ص ۴۰۷ پر

(۵) علامہ یافعی نے مراۃ الجنان، ج۱،ص ۳۶ پر

(۶) علامہ ابن منظور نے مختصر تاریخ دمشق، ج۶،ص ۱۹ پر

(۷) علامہ طبری نے تاریخ طبری، ج۲،ص ۳۹۸ فتح سجستان میں

(۸) علامہ محب الطبری نے الریاض النضرة فی مناقب العشرة، ج۱،ص ۱۵۵ ذکر کراماته و مکاشفاته میں ذکر کیا ہے

(۹) امام غزالی نے احیاء العلوم، ج۴،ص ۱۳ پر ذکر کیا ہے

(۱۰) علامہ ابن الاعرابی نے کرامات الاولیاء، ج۱،ص ۱۲۲ پر

(۱۱) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الاعتقاد، ج۱،ص ۳۲۱

(۱۲) علامہ ابونعیم اصفہانی نے دلائل النبوۃ، ج۲،ص ۱۴۰

(۱۳) علامہ عبدالرحمن ابن قدامہ نے الشرح الکبیر، ج۱۰،ص ۳۸۷ فصل فان اذن لہ والداہ فی الجھاد

(۱۴) علامہ منصور بن یونس البھوتی الحنبلی نے کشف القناع، ج۸،ص۱۶ فصل یحرم فرار مسلم من کافرین

(۱۵) علامہ ابوالعباس احمد بن احمد حمزۃ الانصاری الرملی الشافعی نے فتاویٰ رملی، ص ۲۷۴ تفضیل البشر علی الملائکۃ

(۱۶) علامہ ابن حجر مکی نے الفتاوی الحدیثیہ، ج۱،ص ۲۳۷ میں مطلب فی حکم ما اذا قال فلان یعلم الغیب

(۱۷) علامہ دمیری نے حیاۃ الحیوان الکبری، ج۱،ص ۳۶۸ میں

(۱۸) علامہ حموی نے معجم البلدان، ج۴،ص ۸۴ میں

(۱۹) ابن درید نے کتاب الاشتقاق، ج۱،ص ۵۸ میں

(۲۰) علامہ مرتضیٰ زبیدی نے تاج العروس، ج۱،ص ۷۴۹ فصل الزاء میں نقل کیا ہے،

زبیر علی زئی صاحب!!! آپکی تحقیق درست نہیں اگر آپکی تحقیق کو درست تسلیم کرلیا جائے تو ان آئمہ و محدثین کی تحقیق سے اعتماد اُٹھ جائیگا خود غیر مقلد علماء نے آپکی تحقیق کو رد کردیا ہے آپ اپنی تحقیق کو اپنے پاس رکھئے، آپ کو جاہل غیر مقلدین کی محفل میں شیخی مارنے کے کام آئیگی۔

جب یہ تمام آئمہ و محدثین اس واقعے کو حضرت عمر کی کرامت قرار دیتے ہیں تو آپ اس روایت کو ضعیف قرار دینے پر کیوں تلے ہوئے ہیں۔۔۔؟؟؟

(جاری ہے)

آلِ نجد اور تنقیص صحابہ رضی اللہ عنہم

مولانا محمد افضال حسین نقشبندی

صحابہ کرم رضی اللہ عنہم اسلام کی وہ مقدس اور مینارہ نور شخصیات ہیں جو ہر پل اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا تن من دھن قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے اور جنہوں نے اسلام کے لئے ایسی ایسی قربانیاں پیش کیں کہ تاریخ اپنے دامن سے ایسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، لیکن آل نجد (غیر مقلدین) نے ان مقدس ہستیوں کو بھی معاف نہیں کیا بلکہ کسی صحابی پر بدعتی ہونے، کسی پر گمراہ ہونے، کسی پر فاسق ہونے اور کئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر کفر کا فتویٰ داغا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ایسے ایسے غلط گستاخانہ عقائد بیان کئے ہیں کہ رافضیت بھی حیران ہوگئی کہ صحابہ پر سب وشتم میں آل نجد ہم سے بھی نمبر لے گئی۔

قارئین اہلسنّت! اب آل نجد (غیر مقلدین) کو آئینہ دکھانے کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ان کے اکابر کی کتب سے حوالے درج کئے جاتے ہیں۔

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی شان میں ”مولوی جونا گڑھی“ کی تنقیص

ا۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی مرتضیٰ قطعاً اپنی اپنی خلافت کے زمانہ میں دونوں معنی کے لحاظ سے اولی الامر تھے لیکن باوجود اسکے نہ تو کسی ایک صحابی نے ان کی تقلید کی نہ کوئی انکی طرف منسوب ہوا بلکہ ان کے اقوال کی خلاف ورزی کی جبکہ وہ فرمان خدا و فرمان رسول کے خلاف نظر آئے۔ (طریق محمدی ص ۱۴۳ تا ۱۴۴، خواجہ پریس دہلی)

قارئین اہلسنّت! اس عبارت پر غور فرمائیں یہ غیر مقلد تنقیص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جنون کی حد تک پہنچ چکا ہے، یعنی اس عبارت کا مطلب یہی تو ہوا کہ خلفاء راشدین (معاذاللہ) فرمان خدا اور فرمان رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرتے تھے صحابہ ان کی مخالفت کرتے تھے، کیا یہ کلام کسی محبِ صحابہ مسلمان کا ہوسکتا ہے۔۔؟؟

غیر مقلدین ''فاروقی'' نہیں ہیں

۲۔ آل مجد کے ''شیخ الاسلام'' صاحب یوں رقمطراز ہیں

حضرت عمر نے یہ فتویٰ دیا۔۔۔۔۔ہم اسے کیوں مانیں، ہم فاروقی تو نہیں محمدی ہیں، ہم نے ان کا کلمہ تو نہیں پڑھا" (فتاویٰ ثنائیہ جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ مطبوعہ مکتبہ اصحاب الحدیث لاہور)

واہ رے غیر مقلدیت! اے وہابی ۔۔۔تو بنارسی، ثنائی، غزنوی، راشدی، جونا گڈھی، دہلوی وغیرہ تو ہوسکتا ہے مگر فاروقی نہیں ہوسکتا۔

ناظرین کرام! کیا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ محمدی نہیں؟ کیا آل مجد کا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کوئی تعلق نہیں؟ اس طرح سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہنا کس بات کی غمازی کرتا ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ غلطیاں کیا کرتے تھے

۳۔ جونا گڑھی صاحب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یوں تنقیص کرتے ہیں۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ موٹے موٹے مسائل اور روزمرہ کے مسائل میں موٹی موٹی غلطیاں کرتے تھے۔

(طریق محمدی ص ۱۴۱، خواجہ پریس دہلی)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی

۴۔ حکیم فیض عالم صدیقی حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شان میں یوں بکتا ہے۔

اگر سیدنا علی کو بھی مسلمان منتخب کر کے خلیفہ بناتے تو ان کی ذات کی وجہ سے خلافت کو ضرور وقار ملتا مگر سیدنا علی نے خلافت کے ذریعہ اپنی شخصیت اور ذات کو قدآور بنانا چاہا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کی سیلاب آسا فتوحات ہی ٹھپ ہو کر رہ گئیں بلکہ ایک لاکھ فرزندان توحید خاک وخون میں تڑپ کر ٹھنڈے ہوگئے۔ (خلافت راشدہ، ص ۵۱)

۵۔ مزید یوں نشتر زنی کرتا ہے۔

صدیقہ کائنات جنگ جمل کے بعد مدینہ پہنچ کر گوشہ نشین ہوگئیں مگر سیدنا علی نے بصرہ میں بقول مشہور باطنی داعی ناصر خسرو، مسعود نہشلی کی دختر لیلیٰ سے نکاح کر کے اس کے مکان میں قیام فرمایا۔۔اس وقت حضرت علی کی عمر ۵۰ سال سے زیادہ تھی حضرت طلحہ الخیر اور حواریٔ رسول حضرت زبیر کے علاوہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں صحابہ کرام کی شہادت کے بعد جبکہ عالم اسلام کا تقریباً ہر گھرانہ ماتم کدہ کا منظر پیش کر رہا تھا سیدنا علیؓ کا لیلیٰ سے نکاح فرمانا عظیم عزم، حوصلہ اور استقلال سے بھرپور کارنامہ ہے۔ یاللعجب (صدیقہ کائنات، ص ۲۲۷)

۶۔ تھوڑا آگے یوں زبان چلاتا ہے۔

"آپکو امت نے اپنا خلیفہ منتخب نہیں کیا تھا آپ دنیائے سبائیت کے منتخب خلیفہ تھے اسی لیے آپکی خود ساختہ خلافت کی چار پانچ سالہ دور امت کے لئے ایک عذاب خداوندی تھا جس میں ایک لاکھ سے زیادہ فرزندان توحید خون میں تڑپ کر ختم ہو گئے آپکی شہادت عالم اسلام کے لئے ایک آیۂ رحمت ثابت ہوئی۔۔۔اور عالم اسلام نے چار پانچ سال کی انارکی کے بعد سکھ کا سانس لیا" (صدیقہ کائنات ص ۲۲۸)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے

۷۔ حکیم فیض عالم سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان میں یوں بکواس کرتا ہے۔

سیدنا حسن کی موت کے متعلق اپنی تالیفات ''عترت رسول'' اور ''حسن بن علی'' میں دلائل کے ساتھ ثابت کر چکا ہوں کہ کثرت جماع ذیابیطس اور تپ دق محرقہ سے ہوئی آپ کہاں شہید ہوئے تھے اور آپکو کس نے شہید کیا تھا (خلافت راشدہ ص ۱۱۵)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ یہودی نظریے سے متاثر تھے

۸۔ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی شان میں غیر مقلد مولوی حکیم فیض عالم تنقیص کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

علامہ اقبال کا شعر ہے۔

مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو کس نے وہ کیا تھا زور حیدر فقر بوذر صدق سلیمانی

(اس شعر میں) دوسرے نمبر پر حضرت ابوذر غفاری کا نام ہے، جو ابن سبا (یہودی) کے کمیونسٹ نظریہ سے متاثر تھے اور ہر کھاتے پیتے مسلمان کے پیچھے لٹھ لے کر بھاگ اُٹھتے تھے"

(خلافت راشدہ، ص ۱۴۳)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی

۹۔ غیر مقلدین کا یہی گستاخِ صحابہ "فیض عالم" حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی شان میں یوں تنقیص کرتا ہے

"کیا حذیفہ کے ان الفاظ سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اس سازش سے باخبر تھے، اور اگر یہ سازش صرف مجوس یا یہود کی تیار کردہ تھی تو حذیفہ کو تمام واقعات بیان کرنے سے کون سا امر مانع تھا، اسی حذیفہ کا بیٹا محمد اور محمد بن ابوبکر دونوں مصر میں ابن سبا (یہودی) کے معتمد خاص تھے" (شہادت ذوالنورین صفحہ نمبر ۷۱)

بغض معاویہ رضی اللہ عنہ

۱۰۔ وحید الزماں حیدر آبادی کہتا ہے کہ

ایک سچے مسلمان کا جس میں ذرہ برابر بھی پیغمبر صاحب کی محبت ہو دل یہ گوارہ کریگا کہ وہ معاویہ کی تعریف وتوصیف کرے (حیات وحید الزماں ص ۱۰۹)

گویا غیر مقلدین کے ہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے والا سچا مسلمان نہیں۔

صحابہ فاسق تھے

۱۱۔ وحید الزماں حیدر آبادی لکھتا ہے "یعلم ان من الصحابہ من ھو فاسق کالو لیدو مثلہ یقال فی حق معاویۃ و عمرو و مغیرۃ و سمرۃ" (نزل الابرار، ج ۳، ص ۹۴، حاشیہ مطبوعہ بنارس)

یعنی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ میں کچھ فاسق تھے جیسے ولید، معاویہ، عمرو، مغیرہ اور سمرہ۔

۱۲۔ یہی غیر مقلد لکھتا ہے،

ویستحب الترضی للصحابہ غیر ابی سفیان و معاویۃ و عمرو بن العاص و مغیرۃ بن شعبۃ و سمرۃ بن جندب (کنز الحقائق صفحہ نمبر ۲۳۴ کتاب الخنثیٰ) ابوسفیان، معاویہ، عمرو بن عاص، مغیرہ بن شعبۃ اور سمرہ بن جندب کو "رضی اللہ عنہ" کہنا جائز نہیں

تنبیہ:۔

اس مختصر مضمون میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے بارے میں غیر مقلد وہابی نجدی حضرات کے علماء کے جو حوالے نقل کئے گئے ہیں بندہ ان حوالوں میں آل نجد کی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی تنقیص والے الفاظ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتا ہے۔اور بندہ نے ان حوالوں کو مجبوراً نقل کیا ہے تا کہ لوگوں کو غیر مقلدین وہابیوں کا اصل چہرہ معلوم ہو جائے۔

فرمانِ مولا علی رضی اللہ عنہ

خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم میرے امام ہیں

مولوی مرتضیٰ حسین لکھنوی شیعی اپنی کتاب میں

میرے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ویر، صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشیر، سنیوں کے پیر، اصل نسل صفا، وجہ وصل خدا، ساقی شیرو شربت، بابِ فصل ولایت، امام المتقین، اشجع الاشجعین، امیر المؤمنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی بارگاہِ رب العٰلمین عزوجل میں کی گئی یہ دعا نقل کرتا ہے کہ

"خداوندا، میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تجھے گواہ بنانا ہی کافی ہے تو میرا گواہ ہے کہ تو ہی اور فقط تو ہی میرا پروردگار ہے اور یقینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ تیرے فرستادہ اور میرے نبی ہیں اور ان کے بعد ان کی وصیت سے نامزد شدہ حضرات میرے امام ہیں اور جو دین تو نے شریعت کی صورت میں پیش فرمایا ہے وہ میرا دین ہے اور بلا شبہ جو کتاب تو نے محمد اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ پر نازل فرمائی ہے وہی میرے لئے نور ہے"

(صحیفۂ علویہ، ص ۳۸، ناشر غلام علی اینڈ سنز، لاہور کراچی)

برادرانِ اہلسنت! حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کے الفاظ مبارکہ (ان کے بعد ان کی وصیت سے نامزد شدہ حضرات میرے امام ہیں) کے مطابق شیعہ عقیدہ غلط قرار پاتا ہے کیونکہ شیعوں کے یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پہلے امام، علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور خود کو اپنا امام کہنا اور اپنے ہی طریق پر چلنے کی دعا کرنا بابِ مدینۃ العلم سے کیسے متصور ہو سکتا ہے؟ لا محالہ ماننا پڑیگا کہ یہاں مراد حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم ہیں اور اگر کوئی سبائی تقیہ کا سہارا لے تو میں کہونگا کہ اللہ اور عبد اللہ کے درمیان تقیہ کی کیا حاجت؟ پس ماننا ہی پڑیگا کہ اہلسنت جنہیں اپنا امام کہتے ہیں وہ حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کے بھی امام ہیں۔

بندہ: ابو معاویہ حشمتی

حدیثِ نجد سے شیخ نجدی کا تعاقب

قسط دوم

(متعلم) محترم ابو عائش قادری

اس امت میں ایک فتنہ شرک کا الزام لگانے والوں کا بھی ہوگا

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

(ان ما اتخوف علیکم رجل قراء القرآن حتیٰ اذا رویت بھجتہ علیہ و کان ردءً اللاسلام غیرہ الی ماشاء اللہ فانسلخ منہ، و نبذہ وراء ظہرہ، وسعیٰ علیٰ جارہ بالسیف، ورماہ بالشرک) قال: قلت یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایھما اولیٰ بالشرک المرمی او الرامی؟ قال (بل الرامی)

مجھے تم پر اس شخص کا خوف ہے جو قرآن پڑھے گا حتیٰ کہ اس پر قرآن کی رونق آجائیگی اور اسلام کی چادر اس نے اوڑھ لی ہوگی تو اسے اللہ جدھر چاہے گا پھیر دیگا وہ اسلام کی چادر سے نکل جائیگا اور اسے پس پشت ڈال دیگا اور اپنے پڑوسی پر تلوار چلانا شروع کر دیگا اور اس پر شرک کے طعنے ماریگا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ان دونوں میں شرک کا زیادہ حقدار کون ہوگا؟ جس پر شرک کا الزام لگایا گیا وہ یا جس نے شرک کا الزام لگایا وہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بلکہ شرک کا الزام لگانے والا ہی شرک کا زیادہ حقدار ہوگا۔

(۱) صحیح ابن حبان، کتاب العلم، باب: ذکر ما کان یتخوف صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی امتہ جدال المنافق، ص ۸۲ رقم الحدیث: ۸۱، مطبوعہ دار المعارف بمصر۔

(۲) رواہ البزار، وقال اسنادہ حسن، باب: مسند حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ عنہما، رقم الحدیث: ۲۷۹۳، جلد ۱ ص ۴۲۷۔

(۳) التاریخ الکبیر، جلد ۴، ص: ۱۱۲، رقم الحدیث: ۲۹۰۷۔

(۴)) کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال: کتاب الاخلاق من قسم الافعال، باب: کلمات الکفر ج ۳

ص ۴۴۲، رقم الحدیث: ۸۹۸۵ مطبوعہ بیت الافکار الدولیہ

(۵) تفسیر ابن کثیر سورہ اعراف: تحت رقم الآیۃ ۱۷۵۔ (والحدیث نقلہ ابن کثیر فی التفسیر (۳: ۵۹۴) عند تفسیر قولہ تعالیٰ (واتل علیھم نبا الذی اتیناہ آیتنا فانسلخ منھا) (الآیۃ: ۱۷۵) من سورۃ الاعراف۔ فقال ابن کثیر: فقد ورد فی معنی ھذہ الآیۃ حدیث رواہ الحافظ ابو یعلی الموصلی فی مسندہ، حیث قال: حدثنا محمد بن مرزوق حدثنا محمد بن بکر عن الصلت بن بہرام حدثنا الحسن)) الی آخر الحدیث الذی ھنا۔ ثم قال ابن کثیر: ھذا اسناد جید۔ والصلت بن بہرام کان من ثقات الکوفیین، ولم یرم بشئی سوی الارجاء، وقد وثقہ الامام احمد بن حنبل ویحی بن معین وغیرھما۔

وذکرہ الھیثمی فی مجمع الزوائد (۱: ۱۸۷۔۱۸۸) مختصراً جداً، وقال: رواہ البزار واسنادہ حسن، فلم یذکر روایۃ ابی یعلی المطولۃ التی ھنا، مع انھا من الزوائد علی شرطہ۔ ولعلھا فی موضع آخر من کتابہ، لم اجدھا بعد طول البحث)

اسی مضمون سے مطابقت رکھتی ایک اور حدیث مبارکہ جسے امام طبرانی نے معجم کبیر اور صغیر میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ (اخوف ما اخاف علیٰ امتی ثلاث: رجل قراء کتاب اللہ حتیٰ اذا رویت علیہ بھجتہ و کان علیہ رداء الاسلام اعارہ اللہ تعالیٰ ایاہ اخترط سیفہ فضرب بہ جارہ و رماہ بالشرک) قیل یارسول اللہ ﷺ! الرامی احق بہ المرمی؟ قال (الرامی)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اپنی امت پہ تین (گمراہ) آدمیوں کا خوف ہے (جن میں سے ایک وہ ہوگا) جو کتاب اللہ کی تلاوت کرے گا۔ یہاں تک کہ جب اس (قرآن) کا حسن اس پر ظاہر ہوگا اور اس پر اسلام کی چادر ہوگی، اللہ تعالیٰ اسکو اسکے حق میں عار کا سبب بنادے گا وہ تلوار ہاتھ میں لیکر اپنے پڑوسی کو قتل کردے گا اور اس پر مشرک ہونے کا الزام لگائے گا۔ پوچھا گیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (شرک کا) الزام لگانے والا اس (شرک) کا زیادہ حقدار ہوگا یا

جس پر الزام لگایا گیا۔ تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا الزام لگانے والا شرک کا زیادہ حقدار ہوگا۔

(۱) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: کتاب الخلافۃ، باب لا طاعۃ فی معصیۃ، رقم الحدیث: ۹۱۵۹ جلد: ۵ ص: ۴۱۲ مطبوعہ دار الفکر بیروت طبعہ سنہ ۱۴۱۲ھ

(۲) کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال: کتاب الفتن من قسم الافعال، باب فصل فی متفرقات الفتن، جز ۱۱ ص: ۱۴۳۷ رقم الحدیث: ۳۱۳۶۲، مطبوعہ بیت الافکار الدولیۃ۔

فائدہ

آج کے اس پرفتن دور میں ہم جاگتی آنکھوں سے ان دو عظیم فتنوں کو دیکھ رہے ہیں کہ اس فتنہ میں مبتلا لوگ قرآن بہت پڑھتے ہیں، لوگوں کو اپنے درس قرآن اور تعلیمات قرآن اور دین کی تبلیغ کی دعوت دیتے ہیں، لیکن حال یہ ہے کہ یہ لوگ قرآن کے بھی بے ادب اور گستاخ ہیں، صاحب قرآن ﷺ کے بھی بے ادب اور گستاخ ہیں اور یہی لوگ بات بات پہ مسلمانوں کو ''شرک'' کا طعنہ دیتے رہتے ہیں۔

اگر کوئی مسلمان اپنی مشکلات کے حل کیلئے صحابہ کرام کی طرح ندائے ''یارسول اللہ''، یا دیگر صالحین امت کی اتباع میں ''یا غوث الاعظم'' کا نعرہ بلند کرتا ہے تو اسے ''شرک'' کا طعنہ دیدیا جاتا ہے۔

اگر کوئی کسی بزرگ کے مزار کی زیارت کیلئے جاتا ہے اور ان بزرگ کے وسیلے سے خدا کی نعمتیں پانا چاہتا ہے تو کچھ کہنے والے اسے کہتے ہیں ''مزارات پہ جانا اور اہل مزار سے حاجتیں طلب کرنا شرک ہے۔''

اگر کوئی بزرگان دین کے ایصال ثواب کیلئے نیاز فاتحہ کا اہتمام کرتا ہے، تو اسے بھی ''شرک'' کا طعنہ ملتا ہے۔

''شرک'' کے ان طعنہ سازوں اور ان فتنہ بازوں کی حقیقت بھی۔۔۔ صاحب اسرار فتن حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے سرکار صادق الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کے صدقے آج سے کم وبیش پندرہ سو سال پہلے سے بیان کردی ہے۔

''شرک'' کے یہ خانہ ساز فتنے۔۔۔ کسی نہ کسی طور ایک ہی خطے کی تحریک ۔۔۔ اور ایک ہی طبقہ فکر

۔۔۔کے نظریات سے متاثر نظر آتے ہیں۔

خطہ نجد سے بارھویں صدی میں اٹھنے والی نجدی وہابی تحریک جو مغربی استعماروں کی مدد اور حمایت سے سرزمین عرب پہ مسلط کردی گئی اور پھر درہم و دینار، ڈالر وریال کے صندوقوں میں بھر بھر کے دنیا بھر کے خطوں میں ایکسپورٹ کی گئی۔ ذرا غیب کی خبریں دینے والے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بھی ملاحظہ ہو:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (ویل للعرب من شر قد اقترب فتنا کقطع اللیل المظلم یصبح الرجل مومنا ویمسی کافرا یبیع قوم دینهم بعرض من الدنیا قلیل المتمسک یومئذ بدینه کالقابض علی الجمر او قال علی الشوک قال حسن فی حدیثه خبط الشوکة)

اہل عرب کیلئے ان فتنوں سے ہلاکت ہے جو قریب آ گئے، ایسے فتنے جو تاریک رات کے حصوں کی طرح ہونگے، اس زمانے میں ایک آدمی صبح کو مومن اور شام کو کافر ہوگا یا شام کو مومن اور صبح کو کافر ہوگا، اور اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے سے ساز وسامان کے عوض فروخت کر دیا کریگا اور اس زمانے میں اپنے دین پر ثابت قدم رہنے والا مٹھی میں انگارے لینے والے شخص کی طرح ہوگا۔

(مسند احمد مترجم، باب: مسند ابو ہریرہ رقم الحدیث: ۹۰۶۱، جلد ۴ ص ۵۰۵ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ)

سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت اسی فتنہ کی نقاب کشائی اپنے ملفوظات میں اس طرح بیان کرتے ہیں کہ

''ہاں یہی (وہابی) وہ فرقہ ہے جسے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے فہمائش کی اجازت چاہی تھی اور بحکم امیر المومنین رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور ان سے پوچھا: کیا بات امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی تم کو ناپسند آئی؟ انہوں نے کہا واقعہ صفین میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حکم بنایا یہ شرک ہوا کہ اللہ فرماتا ہے ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ﴾ (حکم نہیں مگر اللہ کیلئے) ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اسی قرآن میں یہ آیت بھی تو ہے ﴿فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا﴾ زن وشوہر میں لڑائی ہو تو ایک حکم اسکی طرف سے بھیجو اور ایک حکم اسکی طرف سے۔ اگر وہ دونوں اصلاح چاہیں گے تو

اللہ ان میں میل کرادیگا۔ (سورہ نساء: ۳۵)

دیکھو وہی طریقہ استدلال ہے جو وہابیہ کا ہوتا ہے کہ علم غیب و امداد وغیرہما میں ذاتی و عطائی کے فرق سے آنکھیں بند اور نفی کی آیتوں پر دعویٰ ایمان اور اثبات کی آیتوں سے کفر۔ اس جواب کو سنکر ان میں سے پانچ ہزار تائب ہوگئے اور پانچ ہزار کے سر پہ موت کھڑی تھی وہ اپنی شیطانیت پر قائم رہے۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے انکے قتل کا حکم فرمایا۔ امام حسن وحسین و دیگر اکابر رضی اللہ عنہم کو انکے قتل میں تامل ہوا کہ یہ قوم رات بھر تہجد اور دن رات تلاوت میں بسر کرتی ہے ہم کیونکر ان پر تلوار اٹھائیں مگر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو تو حضور عالم ما کان وما یکون صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ نماز روزہ وغیرہ ظاہری اعمال کے بشدت پابند ہونگے، بایں ہمہ دین سے ایسا نکل جائینگے جیسے تیر نشانہ سے، قرآن پڑھینگے مگر انکے گلوں کے نیچے نہیں اترے گا۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے حکم سے لشکر اسلام انکے قتل پر مجبور ہوا عین معرکے میں خبر آئی کہ وہ نہر کے اس پار اتر گئے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ ان میں سے دس پار نہ جائینگے سب اسی طرف قتل ہونگے۔ جب سب قتل ہو چکے امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے دلوں سے انکے تقویٰ وطہارت و تہجد و تلاوت کا وہ خدشہ رفع کرنے کیلئے فرمایا۔ تلاش کرو اگر ان میں ذوالثدیہ پایا جائے تو تم نے بدترین اہل زمین کو قتل کیا اور اگر وہ نہ ہو تو تم نے بہترین اہل زمین کو قتل کیا۔ جب اسے تلاش کیا گیا تو لاشوں کے نیچے سے نکلا جسکا ایک ہاتھ پستان زن کے مشابہ تھا۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور حمد الٰہی بجالائے اور لشکر اسلام کے دل کا شبہ اس غیب کی خبر بتانے اور مطابق آنے سے زائل ہوگیا۔ کسی نے کہا حمد ہے اسے جس نے اسکی نجاست سے زمین کو پاک کیا۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم کیا سمجھتے ہو کہ یہ لوگ ختم ہوگئے، ہرگز نہیں ان میں سے کچھ ماں کے پیٹ میں ہیں اور کچھ باپ کی پیٹھ میں جب ان میں سے ایک گروہ ہلاک ہوجائیگا دوسرا اسر اٹھائیگا (حتی یخرج اخرھم مع الدجال) یہانتک کہ انکا آخری گروہ دجال کے ساتھ نکلے گا۔ یہی وہ فرقہ ہے کہ ہر زمانہ میں نئے رنگ اور نئے نام سے ظاہر ہوتا رہا اور اب اخیر وقت میں وہابیہ کے نام سے پیدا ہوا، انکی جو جو علامتیں صحیح حدیثوں میں ارشاد فرمائی ہیں سب ان میں موجود ہیں:

۱) (تحقرون صلاتکم عند صلاتھم و صیامکم عند صیامھم و اعمالکم عند اعمالھم)
یعنی تم اپنی نمازوں کو انکی نماز کے مقابلے میں حقیر جانو گے اور اپنے روزوں کو انکے روزوں کے مقابلے میں اور اپنے اعمال کو انکے اعمال کے مقابلے میں حقیر جانو گے۔

۲) (یقرؤن القرآن لا تجاوز تراقیھم) یعنی قرآن پڑھیں گے مگر قرآن انکی حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔

(سنن الترمذی کتاب الفتن، باب: فی صفۃ المارقۃ رقم الحدیث: ۲۱۸۸، مطبوعہ العلمیۃ بیروت)

۳) (یقولون من قول خیر البریہ) بظاہر وہ بات کہیں گے کہ سب کی باتوں سے اچھی معلوم ہو یا (من قول خیر البریہ) بات بات پر حدیث کا نام لیں گے اور حال یہ ہوگا کہ (یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ) دین سے نکل جائینگے جیسے تیر نشانہ سے

۴) (سیماھم التحلیق) انکی نشانی سر منڈانا ہے۔

۵) (مشمری الازر) گھٹنی ازاروں والے۔ انکے پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی کو سر منڈانے میں یہانتک غلو تھا کہ عورت اسکے ناپاک دین میں داخل ہوتی تو اسکا بھی سر منڈوا دیتا کہ یہ زمانہ کفر کے بال ہیں انہیں دور کر۔ یہانتک کہ ایک عورت نے کہا جو مرد تمہارے دین میں آتے ہیں انکی ڈاڑھیاں منڈوایا کرو کہ وہ بھی تو زمانہ کفر کے بال ہیں، اسوقت سے باز آیا اور اب وہابیہ کو دیکھیے ان میں اکثر وہی سر منڈائے اور گھٹنے پائنچے والے ہیں۔

(اسی سلسلے میں ارشاد فرمایا) کہ غزوۂ حنین میں حضور اقدس ﷺ نے جو غنائم تقسیم فرمائے اس پر ایک وہابی نے کہا کہ میں اس تقسیم میں عدل نہیں پاتا کیونکہ کسی کو زیادہ اور کسی کو کم عطا فرمایا اس پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ رسول اللہ ﷺ اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں۔ فرمایا کہ اسے رہنے دو کہ اسکی نسل سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہونیوالے ہیں (وہابیہ کیطرف اشارہ فرمایا) اس سے فرمایا: افسوس اگر میں تجھ پر عدل نہ کروں تو کون عدل کریگا اور فرمایا اللہ رحم فرمائے میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام پر کہ اس سے زائد ایذاء دیئے گئے۔

علماء فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اس دن کی عطا سخی بادشاہوں کی عمر بھر کی داد و دہش سے زائد تھی؛ جنگل غنائم سے بھرے ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرما رہے ہیں اور مانگنے والے ہجوم کرتے چلے آتے ہیں اور حضور پیچھے ہٹتے جاتے ہیں یہانتک کہ جب سب اموال تقسیم ہو لئے ایک اعرابی نے ردائے مبارکہ بدن اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سے کھینچ لی کہ شانہ و پشت مبارک پر اسکا نشان بن گیا۔ اس پر اتنا فرمایا: اے لوگو! جلدی نہ کرو۔ واللہ کہ تم مجھکو کسی وقت بخیل نہ پاؤ گے۔ حق ہے اے مالک عرش کے نائب اکبر قسم ہے اسکی جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا کہ دونوں جہان کی نعمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عطا ہیں دونوں جہان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا سے ایک حصہ ہیں

فان من جودك الدنيا وضرتها

ومن علومك علم اللوح والقلم

بیشک دنیا و آخرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش سے ایک حصہ ہیں اور لوح و قلم کے تمام علوم ما کان و ما یکون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم سے ایک ٹکڑا ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیك وسلم وعلی آلك وصحبك و بارك وسلم

ایک روز بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کرام حاضر ہیں ایک شخص آیا اور کنارۂ مجلس اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر کھڑے ہو کر مسجد میں چلا گیا۔ ارشاد فرمایا کہ کون ہے کہ اسے قتل کرے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اٹھے اور جا کر دیکھا کہ وہ نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھ رہا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ نہ اٹھا کہ ایسے نمازی کو عین حالت نماز میں قتل کریں واپس حاضر ہوئے اور سب ماجرا عرض کیا ارشاد فرمایا کہ کون ہے کہ اسے قتل کرے۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اٹھے اور انہیں بھی وہی واقعہ پیش آیا حضور نے پھر ارشاد فرمایا کون ہے کہ اسے قتل کرے۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم اٹھے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ فرمایا ہاں تم اگر تمہیں ملے مگر تم اسے نہ پاؤ گے۔ یہی ہوا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم جب تک جائیں وہ نماز پڑھکر چلتا ہوا۔ ارشاد فرمایا اگر تم اسے قتل کر دیتے تو امت پر سے بڑا فتنہ اٹھ جاتا، یہ تھا وہابیہ کا باپ جسکی ظاہری و معنوی نسل آج دنیا کو گندہ کر رہی ہے۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ اول ص: ۱۱۹ تا ۱۲۳

،مطبوعہ: المدینۃ العلمیہ باب المدینہ کراچی)

قارئین کرام!

خوارج کے ظہور سے لیکر آج کے دور میں ہونیوالی دہشت گردی، مذہبی انتہا پسندی، خودکش حملے، فرقہ واریت کا زہر، تیل کی ہر ماہ وسال بڑھنے والی قیمتیں اور اسکے نتیجے میں نہ رکنے والی مہنگائی، یہ سارے فتنہ نجد کے ثمرات ہیں جنکے زخموں سے آج کی امت مسلمہ لہولہان ہے۔انہی سوالوں کے جواب میں کہ فتنہ نجد کیا ہے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نجد کو اپنی دعائے خیر وبرکت سے کیوں محروم رکھا؟

شیطان ابلیس کا نجد سے کیا تعلق ہے؟

نجد سے آخر کون سے فتنے ابلیں گے؟

یہ ''قرن الشیطان'' کیا ہے؟

نجد کس علاقہ کا نام۔۔۔؟

کیا نجد سے مراد عراق ہے؟

اور آج کا سب اہم سوال۔۔۔کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کیا ہماری اپنی جنگ ہے یا غیروں کی جنگ ہے؟

انہی سوالوں کے جواب کی تلاش میں یہ مضمون تحریر کیا ہے اور اس خطے سے متعلق وارد ہونیوالے حیرت انگیز انکشافات اور واقعات جو میں نے قرآن واحادیث کے ذخائر میں سے تلاش کئے ہیں، آپکی معلومات میں اضافے اور ہر بندۂ مومن کے دین وایمان کی سلامتی کی نیت اور غرض سے پیش کررہا ہوں۔

ان جوابات کی تلاش میں علم کے گہرے سمندر کھنگالنے پڑے۔۔۔اپنے بیان کو حسن بیان کی صورت میں ایک عام قاری تک منتقل کرنے کیلئے لفظوں کے نپے تلے پیمانے ڈھالنے پڑے۔کہیں نوک قلم کو دلائل کی تلاش میں دنوں اور مہینوں کا سفر برداشت کرنا پڑے۔علم کی ان راہوں سے گزرتے ہوئے یہ

مضمون علم و عقل کی بیاض سے صفحہ قرطاس پر معرض وجود میں آئی۔ اس مضمون میں بیان کئے گئے ہر واقعہ کی اصل کتاب سے تخریج بیان کرنے کی مکمل کوشش کی ہے۔ علمائے محدثین کی شروحات سے ان حادیث کی تشریح بھی کی ہے۔ علمائے حق اہل سنت کے بیانات اور فوائد سے انکو زینت بخشی ہے۔ اور ہاں جہاں موقع ملا اچھی نصیحت کی بھی تبلیغ کی ہے۔ بیشک یہ میرے رب کریم کا سیدنا مصطفی حبیب کریم ﷺ کے صدقے احسان عظیم ہے کہ اس کلمہ حق کو بلند کرنے کیلئے فقیر حقیر کا انتخاب فرمایا۔ اور اسے ان ذرائع سے وہ وہ مدد پہنچائی جسکا تصور بھی راقم نہیں کرسکتا تھا۔ اس تحقیق میں، جتنے بھی افراد نے دامے، درمے، سخنے تعاون کیا اللہ عزوجل انکے تعاون کو قبول و منظور فرمائے اور مجھ سمیت ہر ایک کے حق میں کفارہ سیئات بنائے۔ اور آخرت میں سرکار ﷺ کی شفاعت اور حوض کوثر کا حقدار بنائے۔

آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

اہم اعلان

غیر مقلد مولوی زبیر علیزئی کے رد میں محقق اہلسنّت حضرت علامہ مولانا قاری ارشد مسعود چشتی حفظہ اللہ کی کتاب ”براہین رضوی (حصہ دوم)“ پاسبان اہلسنّت وجماعت کے اشاعتی ادارے ”تحفظ عقائد اہلسنّت“ کے تحت بہت جلد شائع ہو جائیگی۔ افسوس اس بات پر ہے کہ چندروز قبل ہی زبیر علیزئی صاحب اپنے انجام کو پہنچ گئے، کاش کہ چندروز قبل ہی اس کتاب کی اشاعت ممکن ہوتی جبکہ یہ کتاب چندسال قبل ہی لکھی جاچکی تھی۔

نوٹ: زبیر علیزئی آنجہانی کی زندگی میں ہی اس جواب کو غیر مقلدوں کی ایک مشہور ویب سائٹ کے ذریعے جناب آنجہانی تک پہنچا دیا گیا تھا۔

بندہ: ابو معاویہ حشمتی

عنقریب شائع ہونے والی کتاب

